ڈاکٹر شکیل پتافی

پرنسپل، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، راجن پور

پاکستان میں غالبیات کے تراجم

Dr. Shakil Patafi

Principal, Govt. Post Graduate College, Rajanpur.

Translation of Ghalib's Works in Pakistan

Ghalib is the most prominant poet of Urdu and studies on Ghalib's works have beeen carried out in various dimensions. Translation is also an important angle of study of Ghalib. The article presents a detailed research based review of the translation works of Ghalib's Urdu and Persian poetry and prose carried out in various languages of Pakistan.

ترجمہ نگاری نہایت مشکل اور ادق فن ہے۔ اس کے لیے کسی زبان کے مفہوم کو کسی دوسری زبان کے الفاظ میں بیان کر دینا کافی نہیں ہوتا بلکہ صاحب بصیرت مترجم کی کوشش ہوتی ہے کہ مفہوم کو نئے الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر وہی پہلا تاثر اور وہی پہلی سی چاشنی برقرار رکھ سکے۔ اگرچہ کلیتاً ایسا ہونا ناممکن ہے لیکن ایسا ہونے کے لیے جتنی محنت درکار ہوتی ہے اتنی ہی محبت کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور یقیناً کسی ترجمے کے پس پردہ جب تک محنت اور محبت دونوں عناصر کارفرما نہیں ہوں گے' ترجمہ ادب پارہ نہیں بلکہ محض ترجمانی کہلائے گا۔ محبت کے اسی جذبے کو ظ۔ انصاری نے ''جذبِ اندروں'' کہا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''ترجمہ بھی اس طرح اصل کی ایک نقل ہے جیسے مصوری یا اداکاری۔ مصوری میں تو قلم سے' اداکاری میں جسم کی حرکات وسکنات سے اور ترجمے میں زبان دانی کی صلاحیت سے کام لینا پڑتا ہے۔ لیکن حقیقت کی کوئی نقالی مکمل طور پر نہیں ہوسکتی جب تک اس سے نقل کرنے والے کا ''جذبِ اندروں'' شامل نہ ہو''(۱)۔

ویسے دیکھا جائے تو ترجمہ نگاری ایک طرح کا تخلیقی کام بھی ہے کیونکہ نئی زبان میں مفہوم کی تاثیر کو قائم رکھنے کے لیے جن الفاظ کا چناؤ درکار ہوتا ہے وہ خالصتاً تخلیقی مزاج کا متقاضی ہے جس سے ایک باصلاحیت مترجم عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اصل عبارت کے لیے تخلیقی صلاحیت کا ہونا ضروری ہے اسی طرح ترجمہ نگاری بھی ایک تخلیقی عمل ہے۔ سید غفران الجیلی نے ایک جگہ ''فنِ ترجمہ کے اصول ومبادیات'' کے زیرِعنوان ایک اچھے ترجمے کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

''ایک اچھا ترجمہ ہمیشہ تخلیقی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ترجمہ سے متبادل اور مترادف الفاظ کی تلاش کرنا نہیں بلکہ ان افراد کی رہنمائی مقصود ہوتی ہے جو دوسری زبان کو نہیں جانتے۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسے افراد کے لیے غیر زبان کے مفاہیم کو ان کی اپنی زبان اور اسلوب بیان میں بتانا پڑتا ہے اور یہ ایک اعتبار سے بازیافت کا عمل ہے۔ اصل کو پڑھ کر اسے ترجمے کی زبان میں اس کے روزمرہ اور محاورے کے مطابق بیان کرنا کسی تخلیق سے کم نہیں ہوتا''(۲)۔

جہاں تک مترجمینِ غالب کا تعلق ہے پاکستان میں بہت کم اہل قلم ایسے ہیں جنہوں نے غالب کی بعض نگارشات کا ترجمہ کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ وجہ یہ ہے کہ غالب نے اپنی تخلیقات بالخصوص شاعری میں مشکل پسندی کے رجحان کو ملحوظِ خاطر رکھا۔ انہوں نے فارسی اور عربی کے مشکل الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یہ طرزِ عمل اگرچہ ان کی صلاحیت سے بالاتر نہ تھا لیکن ایک مترجم کے لیے پہلے اس رجحان کی تفہیم اور پھر ایک اور زبان میں اس کا اظہار دوہری مشکلات کا باعث بن جاتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ جہاں فکر یا تخیل کی کارفرمائی ہو' وہاں مترجم کا کام نسبتاً آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اقبالؔ کا ترجمہ غالبؔ کے ترجمے سے آسان ہے۔ کیونکہ غالبؔ کے یہاں صرف فکر ہی نہیں بلکہ اس کا مخصوص استعارائی نظام اور پیکر تراشی ہے اور وہ اقبالؔ سے زیادہ پہلودار شاعر ہیں۔ جن مترجمین نے غالبؔ کی شاعری کے تراجم کیے ہیں انہوں نے اشعار کی پہلوداری کی طرف دھیان نہیں دیا اور جو اشعار ایک سے زیادہ مفاہیم کے حامل تھے ان سے صرف نظر کرتے ہوئے ترجمے میں صرف اشعار کے سطحی مفہوم کو اجاگر کیا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اکثر ناقدین ادب کا کہنا ہے کہ شاعری کا ترجمہ کرنا ناممکن ہے۔ منیر اے شیخ کے مطابق:

''ناقدینِ ادب کی اکثریت کم وبیش اس بات پہ متفق ہے کہ شاعری کا ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔ زیادہ سے زیادہ ایک زبان کی شاعری کا مفہوم دوسری زبان تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ مگر شاعری جیسے نازک فن کی نزاکتیں' اس کے لہجے' اس کے انداز اس کی چاشنی' ترجمے میں منتقل نہیں ہو سکتی''(۳)۔

پاکستان میں سب سے زیادہ غالب کے اُردو کلام کے تراجم ہوئے ہیں۔ یہ تراجم انگریزی زبان کے علاوہ علاقائی زبانوں میں ہوئے ہیں۔ اگرچہ غالب کی فارسی شاعری کے بعض تراجم ہوئے لیکن ایک تو وہ کتابی شکل میں موجود ہیں دوسرا ان کے فارسی کلام کی اُردو میں شرحیں لکھی گئی۔ اگرچہ یہ بھی ترجمے ہی کی ایک شکل ہے لیکن چونکہ وہ بنیادی طور پر شرحیں ہیں اس لیے آگے شرحوں کے ضمن میں ان کا جائزہ الگ انداز میں لیا جائے گا۔ اس باب کے زیر بحث حصے میں منثور و منظوم اردو تراجم' منثور و منظوم انگریزی تراجم اور کچھ علاقائی زبانوں کے تراجم (جو کتابی شکل میں موجود ہیں) کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ جائزہ سالِ تصانیف کی ترتیب کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔

سابقہ ابواب میں جو کتب زیرِ بحث لائی گئی ہیں ہم نے ان کا سطحی جائزہ لیتے ہوئے صرف کتب کے کوائف اور بنیادی معلومات بیان کی ہیں' لیکن تراجم کی جائزہ کاری میں مثالیں دینا ضروری ہیں اس لئے زیرنظر باب میں تمام کتب کا جائزہ نسبتاً تفصیل کے ساتھ آئے گا۔ اگرچہ مقالے کی ضخامت اس کی متحمل نہیں لیکن مترجمین کی ترجمہ نگاری پر مثالوں کے ساتھ بحث کرنا ضروری ہے۔ لہذا ہم کم سے کم مثالیں دینے پر اکتفا کریں گے۔

(i) منثور اُردو تراجم

غالب کی بعض فارسی تصانیف کی اہمیت اور عوام و خواص میں ان کی مقبولیت کے پیش نظر ان کے ترجموں کا اعزاز پاکستانی اہل علم کو حاصل ہوا ہے۔ یہ سارے تراجم اُردو نثر پر مشتمل ہیں، الگ کتابی شکلوں میں ترتیب دیے گئے ہیں اور مختلف اوقات میں شائع ہو کر اب تک ان کی تعداد بارہ (۱۲) ہو چکی ہے ان میں زیادہ تر غالب کی فارسی نثری تصانیف ہیں جو اُردو میں ترجمہ ہوئی ہیں۔ البتہ صرف ایک ترجمہ غالب کے فارسی قصائد کا ہوا ہے۔ جو صرف ترجمہ ہے۔ تشریح نہیں ہے، ورنہ اسے شرحوں میں درج کیا جاتا۔ باقی گیارہ (۱۱) نثری تصانیف ہیں جو فارسی سے اُردو کے قالب میں ڈھالی گئیں۔ ان میں غالب کے فارسی مکاتیب کے پانچ ''دستنبو''، ''مہر نیم روز'' اور ''پنج آہنگ'' کے دو، دو تراجم ہوئے ہیں۔ یہ سارے تراجم مختلف اہل علم کی دیدہ ریزی اور محنت و محبت کا ثمر ہیں اور پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو پروان چڑھانے میں مثالی کردار ادا کرتے ہیں۔ آئندہ سطور میں ان تراجم کو سالِ اشاعت کی زمانی ترتیب کے ساتھ شاملِ تبصرہ کیا جاتا ہے۔ یہ جائزہ ۲۰۰۵ء تک شائع ہونے والی کتب پر مشتمل ہے۔

1- باغِ دودَر: سید وزیر الحسن عابدی کی ترتیب دی ہوئی کتاب ہے۔ پنجاب یونیورسٹی نے ۱۹۶۸ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۴۰ ہے۔ یہ کتاب دراصل غالب کے ادبی آثار میں آخری یادگار ہے اور چونکہ ان کی نظم و نثر دونوں پر مشتمل ہے اس لیے ''باغِ دودَر'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا دوسرا حصہ منثورات پر مشتمل ہے جن میں مختلف احباب کے نام غالب کے ساٹھ فارسی مکاتیب شامل ہیں۔ زیر بحث کتاب میں تعلیقات کے علاوہ نثری حصے کا ترجمہ بھی دیا گیا ہے جو اس وقت ہمارا موضوع ہے۔ یہ ترجمہ ''تحقیق نامہ باغ دودَر'' کے عنوان سے کتاب کے آخر میں درج کیا گیا ہے، جسے فارسی خطوط کی تلخیص کا نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ تحقیق نامے کے ضمیمہ ''ترتیب نامہ'' کے صفحہ ''ک'' پر عابدی کے یہ الفاظ دیکھیے:

> ''شروع کے دو خط تلخیص کے انداز میں پیش کرنے کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ تحقیقی مقاصد کے لیے بہتر ہوگا کہ ہر اصل خط کو تمام و کمال اُردو میں سامنے لایا جائے۔ اس لیے باقی تمام اُردو خطوط فارسی کی ہو بہو ترجمہ ہیں''(۴)۔

لیکن اس کے مطالعے سے جو بڑا نقص سامنے آتا ہے وہ ترجمے کا بے جا اختصار ہے۔ یہ نہ تو لفظی ترجمہ ہے اور نہ ہی بامحاورہ بلکہ فارسی عبارت کے مفہوم کا ملخص اُردو جملوں میں بیان کر دیا گیا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ترجمہ نہ تو لغوی ہے اور نہ ہی لفظی...... مثلاً چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) **حضرت سلامت، رافت نامه که از جے پور بال روانی کشوده بود بدل فریبی و اُمید افزائی نه تنهاغم از دل بلکه دل از من ربود.**

ترجمہ: ''حضرت سلامت تفقد نامہ جے پور سے آیا اور میرے لیے غم زدہ اور دل ربا بن کر آیا''(۵)۔

(۲) **آئینه پیش رو نهادم و بسر پیچیدم و کله برا سامان فگندم وهم بدیں صورت که گفتم به نامه نگاری رو آوردم۔**

ترجمہ:　　''آئینہ سامنے رکھا اور بصد فخر سر پر باندھ کر یہ عریضہ لکھنا شروع کیا''(۶)۔

پاکستان میں غالب کے فارسی خطوط کا ترجمہ کرنے کی یہ ابتدائی کاوش ہے اس لیے عابدی کا یہ کام قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بعد کے مترجمین مثلاً پرتو روہیلہ نے بھی اسی ترجمے سے استفادہ کرنے کا دعویٰ کیا ہے(۷)۔

2- پنج آہنگ (آہنگ پنجم): محمد عمر مہاجر کا ترجمہ ہے۔ ادارہ یادگارِ غالب' کراچی نے مارچ ۱۹۶۹ء میں اسے کتابی شکل میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۰۰ ہے۔ یہ غالب کی تصنیف ''پنج آہنگ'' کے آہنگ پنجم میں شامل ۱۶۰ فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ ہے۔ پنج آہنگ کی اولین اشاعت (دہلی: ۱۸۴۹ء) کے بعد سو سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود کسی غالب شناس کا دھیان اس کے ترجمے کی طرف نہیں گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ غالب کے فارسی خطوط میں مشکل تراکیب کی بھرمار نے ترجمہ کرنے والوں کے لیے کئی ایک مشکلات کھڑی کر دیں جس کے باعث کسی صاحب علم نے ان خطوط کے ترجمے کو ہاتھ لگانا آسان نہیں سمجھا بلکہ سبط حسن نے تو یہاں تک بھی کہہ دیا کہ:

> ''کسی غالب شناس کو اب تک اس کے ترجمے کرنے کی جرات نہیں ہوئی۔ مشکل کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ہمارے اربابِ قلم اپنی اُردو تحریروں میں غالب کے فارسی خطوط کے اقتباس دینے میں تو بخل نہیں کرتے لیکن ترجمہ کرنے سے گریز کر جاتے ہیں''(۸)۔

پاکستان میں غالب کے فارسی خطوط کا یہ پہلا باقاعدہ ترجمہ ہے۔ مترجم نے نہایت سلیقے کے ساتھ بامحاورہ ترجمے کی کوشش کی ہے۔ کتاب کو ضخامت سے بچانے کے لیے فارسی متن کے بغیر صرف ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ متن میں موجود فارسی اشعار کا ترجمہ نہیں کیا گیا بلکہ یہ اشعار اپنی اصلی حالت میں اپنے موقع پر درج کیے گئے ہیں۔ اہم نکات کی وضاحت کے لیے حواشی بھی نہیں دیے گئے۔ ذیل میں مولوی محمد علی خاں کے نام لکھے گئے ایک خط (نمبر ۷۰) کا ترجمہ بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

> ''قبلہ خدا پرستاں و کعبہ حق جویاں سلامت! گزارشِ مراسم نیاز کو تقریبِ کامیابی اور حصولِ سعادت کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ حاملِ مکتوب گواہ ہے کہ میں یہ خط کس حالت میں لکھ رہا ہوں۔ جمعرات کو موڑہ پہنچا اور اتوار تک وہیں ٹھہرا رہا۔ پیر کی صبح کو موڑہ سے چلا اور رات ایک گاؤں میں گزاری۔ منگل کو چلا تارا پہنچا۔ اگر زندگی باقی رہی تو کل صبح فتح پور روانہ ہو جاؤں گا۔ زیادہ حدِ ادب''(۹)۔

یہ ترجمہ جس قدر آسان عام فہم اور بامحاورہ ہے' اس خط کے القاب کو ترجمے میں ڈھالنا شاید اتنا ہی مشکل تھا کہ مترجم نے اسے اپنی اصلی حالت میں رہنے دینا مناسب سمجھا۔ جس طرح انہوں نے دیگر خطوں کے القاب کا ترجمہ کیا ہے اسی طرح انہوں نے یقیناً اس کے ترجمے کی کوشش بھی کی ہوگی لیکن مشکل تراکیب کے ہاتھوں شاید وہ ایسا نہیں کر پائے۔ بہر حال یہ کتاب اصولِ ترجمہ نگاری کے بہت سے معیارات کو برقرار رکھنے کی ایک اہم اور کامیاب کوشش ہے۔ کتاب کے آخر میں ''رجال''' ''کتب و رسائل''' ''مقامات'' اور ''ادارے'' کے ذیلی عنوانات کے تحت ایک اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔

3- دستنبو: محمود سعیدی' مترجم ہیں۔ علی ناصر عابدی کی ترتیب و تدوین کے ساتھ یہ کتاب غالب اکیڈمی' کراچی سے اگست ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۲۱ ہے۔ ابتداء میں ''سرگزشتِ غالب'' کے زیرِ عنوان وزیر آغا نے دستنبو

کی تصنیف کے مقاصد کو اجاگر کرتے ہوئے غالب کے اسلوب کا جائزہ لیا ہے۔اس کے بعد ناصر عابدی نے ''خاندان و نسب'' کے عنوان سے غالب کے حالاتِ زندگی اور ان کی تصانیف وغیرہ کا تعارف کرایا ہے۔اس کے بعد امتیاز علی عرشی نے ''کلامِ غالب کا انتخاب کس نے کیا'' کے زیرِعنوان ایک جامع شذرہ رقم کیا ہے کہ مولانا آزاد کی یہ رائے درست نہیں کہ غالب کے کلام کا انتخاب مولانا فضلِ حق خیرآبادی اور مرزا فانی نے کیا تھا' بلکہ عرشی کے مطابق اپنے کلام کا انتخاب غالب نے خود کیا تھا۔زیر بحث کتاب میں ان مقالات کے بعد دستنبو کا ترجمہ شروع ہو جاتا ہے۔مترجم موصوف نے اسے عام فہم بنانے کی کوشش کی ہے لیکن فارسی الفاظ و تراکیب نے اس کو بوجھل کر دیا ہے۔بعض مقامات پر تو فارسی الفاظ کی آمیزش نے عبارت کے حسن کو بری طرح متاثر کر ڈالا ہے۔نمونہ ملاحظہ ہو۔لکھتے ہیں:

> ''شروع سے آخر تک اس کتاب میں وہی کچھ ہے جو مجھ پر گزرتا ہے۔یاد ہوگا' سننے میں آتا ہے۔میں دادگیرے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور سچائی میں نجات کا خواہاں۔اس تحریر میں میرا سرمایہ شنیدہ باتیں ہیں ناشنیدہ بھی بہت باقی ہیں''(۱۰)۔

اس انداز کے ترجمے کی ثقالت کو اِملا اور کتابت کی اغلاط نے اور زیادہ قبیح بنا دیا ہے۔مثلا:

> ''اس کی دلجوئی کے لئے کسی فرشتے کو بھیج اور اس کی روح کو ہمیشہ کے لیے جنت میں جا کہ دے۔دائے یہ نیک حو''(۱۱)۔

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ ''جگہ''''تا کہ'' اور ''ہو'' کی املا غلط لکھی گئی ہے لیکن یہ اور اس جیسی کئی اغلاط نے ترجمے کے معیار کو کم کر دیا ہے۔بہت کم ایسے مقامات ہیں جہاں سلاست اور روانی کی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں اگر اس طرح کا متوازن معیار تمام ترجمے میں برقرار رکھا جاتا تو بلاشبہ یہ ایک شاہکار ترجمہ ہوتا۔مثلاً یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''۲۷رفروری کو جب سنیچر کا دن رات میں تبدیل ہو گیا اور رات کے تین پہر گزر گئے دادخواہوں کے دلوں کا دھواں دلوں کے روشن کرنے والے چاند پر اس طرح چھا گیا کہ دیکھنے والے بے اختیار چیخ اٹھے کہ چاند گہن میں آ گیا''(۱۲)۔

اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ متن میں موجود فارسی اشعار کا بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔کتاب کے آخر میں ملکہ معظّمہ انگلستان کی مدح میں غالب کا ایک فارسی قصیدہ درج کیا گیا ہے۔

4- <u>مہرِ نیم روز:</u> پروفیسر سید عبدالرشید فاضل اس تصنیف کے مترجم ہیں۔انجمن ترقی اُردو' پاکستان نے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔صفحات کی تعداد ۳۰۲ ہے۔''حرفے چند'' جمیل الدین عالی کا تحریر کردہ ہے۔جس میں وہ اسے مہرِ نیم روز کا پہلا ترجمہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ہمارے علم کے مطابق یہ غالب کی مشہور تصنیف ''مہرِ نیم روز'' کا پہلا اُردو ترجمہ''(۱۳)۔

یہ بلاشبہ غالب کی ایک ادق فارسی تحریر کا اُردو ترجمہ ہے جس میں فارسی اندازِ بیاں کی جملہ نزاکتیں اا ور موشگافیاں' مطالب کے ساتھ سادہ اُردو زبان میں موجود ہیں۔یہ ترجمہ بھی فارسی متن کے بغیر ہے البتہ جہاں فارسی اشعار آئے ہیں وہاں انہیں اپنی اصل حالت میں درج کرنے کے بعد اُردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔مثلاً

کام نہ بخشیدہء گنہ چہ شماری

غالب مسکین بالتفاتِ نیرزد

''اے اللہ! تو نے ہم کو مراد و مدعا سے تو ہم کنار کیا نہیں (پھر) ہمارے

گناہ کیا شمار کرتا ہے! غالب مسکین التفات کے قابل نہیں ہے''(۱۴)۔

اس ترجمے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مترجم نے اہم نکات کی وضاحت کے لیے حواشی ترتیب دیے ہیں۔ یہ حواشی کتاب کے آخر میں (صفحہ ۲۴۲ تا ۲۸۶) دیے گئے ہیں اور صفحہ وار ہیں۔ مثلاً نثری ترجمے کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو جس میں ایک حاشیے کے لیے ایک حوالہ بھی دیا ہوا ہے۔

''اے ژرف نگاہ (صاحبِ بصیرت) لوگو! اقبال خداداد کی عجوبہ کاری دیکھنے کے قابل ہے کہ جو لوگ کل تک جب شہنشاہ چاہتا تھا کہ تخت پر پیر اور سر پر تاج رکھے تو اس کی اس خواہش پر نکتہ چینی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خلافِ عہد نامہ کیونکر کریں اور سپہ سالار زادے کو بادشاہ کیونکر گوارا کریں۔ یہ سر مغفر۲ کے لائق ہے نہ کہ تاج کے اور یہ ہاتھ خنجر کا سزاوار ہے نہ کہ نگیں کا (۱۵)۔

کتاب کے آخر میں دیے گئے حواشی کے تحت مذکورہ حوالہ (۲) کے تحت لکھا ہے ''اس کو بادشاہ نہیں، سپہ سالار ہونا چاہیئے''(۱۶)۔

بحیثیت مجموعی یہ ایک اچھا اور معیاری ترجمہ میں جسے عالمانہ حواشی کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ آخر میں (صفحہ ۲۸۷ تا ۳۰۱) ''فرہنگ'' کے عنوان سے مشکل الفاظ کے معنی دیے گئے ہیں۔

5- غالب اور انقلاب ستاون: یہ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی کتاب ہے۔ اولاً ۱۹۷۴ء میں شائع ہوئی (۱۷)۔ زیرِ نظر ایڈیشن کچھ اضافوں کے ساتھ الفیصل، لاہور سے جنوری ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۳۹۲ ہے۔ اس کتاب کے چار حصے ہیں۔ پہلا حصہ انقلابِ ستاون سے متعلق غالب کے فارسی روزنامچے ''دستنبو'' کے تعارف پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ ''دستنبو'' کے فارسی متن اور اس کے ترجمے پر مبنی ہے۔ تیسرا حصہ ۱۸۵۷ء کے بارے میں غالب کے غیر رسمی نقطہء نظر کا حامل ہے اور آخری حصہ انقلابِ ستاون اور غالب کے شعری رویے سے بحث سے متعلق ہے۔ جہاں تک ''دستنبو'' کے زیرِ بحث اُردو ترجمے کا تعلق ہے تو اس ضمن میں پہلے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رائے ملاحظہ ہو:

''ڈاکٹر معین الرحمٰن نے دستنبو کو پہلے اُردو میں منتقل کیا پھر اس ترجمے کو ضروری حواشی و تعلیقات اور مقدمے کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کر دیا۔ اس طرح ''دستنبو'' کے مطالب و مباحث تک عام و خاص سب کی رسائی ہو گئی اور غالب کے بارے میں کئی ایسی باتیں سامنے آگئیں جو صرف نئی نہیں بلکہ بعض وجوہ سے حیرت انگیز بھی ہیں۔ دستنبو کو اُردو میں منتقل کرنا، اس کے نکات کو سمجھنا اور اس کے پس منظر پر وثوق سے گفتگو کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہ تھی''(۱۸)۔

متن میں شامل فارسی اشعار کا ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے اور نثری عبارت کے ترجمے میں بعض مقامات پر جملہء ہائے معترضہ کے ذریعے سے غالب کے مؤقف کی تائید کی گئی ہے۔ ترجمہ کو با محاورہ بنایا گیا ہے اور ضروری مقامات پر حواشی بھی

درج کیے گئے ہیں۔ ترجمے کا نمونہ ملاحظہ ہو:

''کچھ مسکین، گوشہ نشین جن کو انگریزی حکومت کی مہربانی سے کچھ نان ونمک میسر تھا، شہر کے مختلف علاقوں میں ایک دوسرے سے دور زندگی کے دن گزار رہے تھے (ایسے مسکین وصلح پسند (۱۹)) جو تیر و تبر کے فرق سے ناواقف تھے اور اندھیری راتوں میں چوروں کے شوروغل سے ڈر جاتے تھے، جن کے ہاتھ تیر و تلوار سے خالی تھے۔ سچ پوچھو تو ایسے لوگ ہر گلی کوچے اور شہر کے ہر حصے میں ہیں۔ یہ وہ لوگ نہیں جو لڑائی کے ارادے سے کمر کس کر تیار ہو سکیں (۲۰)۔

''غالب اور انقلابِ ستاون'' میں شامل دستنبو کے اس اُردو ترجمے کے بارے میں ایک انکشاف یہ بھی ہوا ہے کہ یہ ترجمہ دراصل رشید حسن خاں کا ہے جس کا حوالہ دیے بغیر سید معین الرحمٰن نے اسے اپنی کتاب میں شامل کر کے اسے اپنے نام سے منسوب کر دیا ہے۔ اس امر کا انکشاف معروف غالب شناس لطیف الزمان خاں نے بھی کیا ہے (۲۱)۔ ویسے ۱۹۶۰ء میں خواجہ احمد فاروقی کی ادارت میں دہلی سے شائع ہونے والے ایک رسالے ''اُردوئے معلیٰ'' میں یہ ترجمہ رشید حسن خاں کے نام سے شائع ہو چکا ہے (۲۲)۔ جس سے اس انکشاف کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں پون کمار ورما نے بھی رشید حسن خاں کے مذکورہ ترجمے کا حوالہ اپنی کتاب ''غالب، شخصیت اور عہد'' میں دیا ہے (۲۳)۔

6- مکتوباتِ غالب: لطیف الزماں خان مترجم ہیں۔ یہ کتاب دانیال، کراچی سے دسمبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ یہ غالب کے ''نامہ ہائے فارسی'' مرتبہ؛ سید اکبر علی ترمذی کا اُردو ترجمہ ہے۔ یہ وہ خطوط ہیں جو غالب نے سفرِ کلکتہ اور قیامِ کلکتہ کے دوران اپنے احباب کو لکھے تھے۔ ان خطوط سے غالب کے سفرِ کلکتہ کے بارے میں نادر معلومات ملتی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کے آغاز میں ''معروضات'' کے عنوان سے مترجم نے کتاب کا تعارف کرایا ہے۔ ''پیش لفظ'' قاضی عبدالودود نے لکھا ہے۔ جبکہ ''مقدمہ'' اور ''تعارف'' سید اکبر علی ترمذی (مرتب) کے تحریر کردہ ہیں۔ اس ترجمے کو نہایت سلیقے اور مہارت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ متن میں موجود ادق اور مشکل تراکیب کو نہایت اچھوتے اور عام فہم انداز میں ڈھالنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ اس ترجمے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسے حواشی اور حوالہ جات کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔ مترجم نے اہم نکات کی وضاحت کے لیے دیدہ ریزی کے ساتھ نہایت عالمانہ حواشی درج کیے ہیں۔ خطوط کا فارسی متن نہیں دیا گیا۔ البتہ فارسی اشعار اور ان کا اُردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

''خرسندی غالب نہ بود زیں ہمہ گفتن
یک بار بفرمائی کہ ای ہیچ کس ما

جو کچھ آپ نے کہا اس ساری تعظیمی گفتگو سے غالب خوش نہیں ہے آپ صرف ایک بار اتنا ہی کہہ دیں کہ اے ہمارے ادنیٰ غلام'' (۲۴)۔

اسی طرح نثری عبارت کا ترجمہ بھی بامحاورہ اور سہل بیانی کا مظہر ہے۔ فارسی عبارت کے پیچیدہ نکات کو احسن طریقے سے اُردو کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ ترجمے کا ایک نثری اقتباس ملاحظہ ہو۔ یہ نواب سید علی اکبر خاں طباطبائی کے نام

ایک خط کا اقتباس ہے:

''جی ہاں! مجھ فقیر کا نام اسداللہ خاں ہے اور لقب مرزا نوشہ ہے اور تخلص غالبؔ لیکن یہ چوں کہ چار حروف سے مل کر بنا ہے اس لیے بعض بحروں میں نہیں کھپتا۔ اس لیے میں کلمہ اسد کو جو کہ میرے نام کا مخفف ہے اور تین حروف سے مل کر بنا ہے کبھی کبھی بطور تخلص استعمال کرتا ہوں۔ اگر یہ میرا قصور ہے تو معاف کیا جائے اور اگر یہ میرا فعل جائز ہے تو انصاف کا طالب ہوں۔ باقی امید رکھتا ہوں کہ نام کے تبدیل کرنے کی ذلت کے داغ کو میرے دامن سے دھوڈالیں اور اس کے بعد جو جی چاہے کہیں'' (۲۵)۔

عبارت کی روانی سے ترجمے کی افادیت دوچند ہوگئی ہے۔ اس اعتبار سے یہ ترجمہ پاکستان کے ذخیرہء غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

7- <u>نامہ ہائے فارسی غالب (اُردو ترجمہ):</u> سید اکبر علی ترمذی کے ترتیب دیے ہوئے غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ ہے۔ پرتو روہیلہ اس کے مترجم ہیں۔ ادارہء یادگارِ غالب نے ۱۹۹۹ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۲۴ ہے۔ قبل ازیں لطیف الزماں خاں بھی اس فارسی مجموعہ خطوط کا ترجمہ کر چکے ہیں۔ پرتو روہیلہ نے اسمیں کوئی نیا اور منفرد کارنامہ سرانجام نہیں دیا بلکہ انہوں نے بعض فارسی تراکیب کا ترجمہ کیے بغیر انہیں اپنی اصلی حالت میں رہنے دیا ہے۔ چنانچہ کتاب کی ابتداء میں ''پیش گفتار'' کے زیرِ عنوان وہ اپنے ترجمے کی غرض وغایت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''یہ ترجمہ، جو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، ایک بنیادی مفروضے پر مبنی ہے اور وہ مفروضہ یہ ہے کہ اس ترجمے کو پڑھنے والا ایک اوسط درجے کی علمی استطاعت کا قاری ہوگا، یعنی کوئی پرائمری کا طالب علم اس کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اس مفروضے پر اس ترجمے کی بنیاد رکھنا اس لیے ضروری تھا کہ ہر لفظ اور ہر فقرے کا ترجمہ کرنا اصل متن کی روح کو زخمی کرنے کے مترادف تھا.........اس خیال کے مدِ نظر میں نے متعدد الفاظ، بہت سے فقروں، اکثر القاب وآداب کو جوں کا توں رکھا، ان کا ترجمہ کرنا مناسب نہیں سمجھا'' (۲۶)۔

اس بیان میں مترجم کی توجیہہ اپنی جگہ لیکن بعض فقروں کا ترجمہ کرنا اور بعض کو بغیر ترجمہ کیے چھوڑ دینا ترجمہ نگاری کے اصولوں کے منافی ہے۔ اس انداز سے ایک طرف تو علم وادب کے ضابطوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور دوسری طرف ترجمہ کیے جانے کے باوجود عبارت کی تفہیم میں ویسی ہی دشواریاں برقرار رہتی ہیں جو اصل متن کو سمجھنے میں پیش آتی ہیں۔ تفہیم کے لیے مترجم کو بعض مقامات پر ''جملہ ہائے معترضہ'' کے طور پر اپنی طرف سے چند وضاحتیں کرنی پڑتی ہیں لیکن ترجمے میں مترجم کے اپنے وضاحتی کلمات کا اضافہ بھی ترجمہ نگاری کے خلاف ہے۔ مثلاً نثری ترجمے کا یہ اقتباس دیکھیے:

''قبلہ پرستوں کے قبلہ اور جویانِ حق کے کعبہ (خدا آپ کو) سلامت (رکھے)! (یہ فدوی) اپنے آپ کو (آپ کی) خاطرِ خطیر میں یاددلانے کو وجودِ سعادت کے لوازم میں سے سمجھ کر گزارشِ مراسم نیاز کو حصولِ مدعا کی تقریب قرار دیتا ہے'' (۲۷)۔

غور فرمائیے کس قدر ثقیل اور ادق عبارت ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے اس عبارت کو مزید ترجمے کی ضرورت ہے، ورنہ ادب کا ایک عام قاری ترجمے کی موجودہ شکل کو نہیں سمجھ سکتا۔ غالب کے فارسی خطوط کے اس ترجمے کو اگر سادہ اور عام

فہم الفاظ میں ڈھالنے کی کوشش کی جاتی تو بلا شبہ اس کی اہمیت میں بہت اضافہ ہو جاتا۔

8- باغِ دودَر میں شامل غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ: پرتو روہیلہ مترجم ہیں۔ بزمِ علم وفن پاکستان نے ۲۰۰۰ء میں اسے اسلام آباد سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۴۰ ہے۔ کتاب کا دیباچہ ڈاکٹر وحید قریشی کا تحریر کردہ ہے۔ وہ وزیرالحسن عابدی کے ''باغ دودَر'' کے ترجمے پر تنقید کرتے ہوئے پرتو روہیلہ کی ترجمہ نگاری کی خصوصیات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''وزیرالحسن عابدی نے غالب کی آخری کتاب ''باغ دودَر'' کو اوّل دو قسطوں میں اورینٹل کالج میگزین میں ۱۹۶۰ء۔۱۹۶۱ء میں شائع کیا۔ اس کی دوسری اشاعت کی نوبت ۱۹۶۸ء میں آئی جس میں تعلیقات کے علاوہ نثری حصے کا ترجمہ بھی شامل تھا۔ پرتو روہیلہ صاحب نے کتاب کے ہر دو ایڈیشنوں کا تقابل کر کے دونوں کے اختلاف کی نشاندہی کی ہے اور وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس کی پہلی اشاعت کا متن زیادہ صحیح ہے اور دوسری اشاعت میں وہ احتیاط نہیں برتی گئی جس کی توقع عابدی جیسے غالب شناس سے تھی..........
> پرتو روہیلہ ایک کہنہ مشق شاعر ہی نہیں فارسی زبان پر عالمانہ دسترس رکھنے والے عالم بھی ہیں۔ تفہیم غالب کے حوالے سے ان کی مساعی کسی تعارف کی محتاج نہیں'' (۲۸)۔

پرتو روہیلہ نے اس ترجمے کو خالصتاً تحقیقی انداز میں ترتیب دیا ہے جو ان کی محققانہ بالغ نظری کا ثبوت ہے۔ ابتدا میں (صفحہ ۱۹ تا ۱۱۶) خطوط کا اُردو ترجمہ دیا گیا ہے اور اس کے بعد (صفحہ ۱۱۷ تا ۲۰۶) خطوط کا فارسی متن درج کیا گیا ہے۔ ازاں بعد مکتوب الیہم کے سوانح دیے گئے ہیں۔ آخر میں ''فرہنگ'' کے زیرِ عنوان مشکل الفاظ کے معنی دیے گئے ہیں۔ اہم مقامات پر وضاحت طلب امور کے لیے حواشی کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ ایک جامع اور مربوط کتاب بن گئی ہے۔

''نامہ ہائے فارسی غالب'' کے ترجمے کی نسبت پرتو روہیلہ کا زیرِ بحث ترجمہ نہایت عمدہ، سلیس اور رواں ہے۔ ایک تو ان خطوط کا کوئی جملہ ایسا نہیں جسے پرتو روہیلہ نے ترجمے کے قالب میں نہ ڈھالا ہو اور دوسرا یہ کہ اسے انہوں نے بڑی محنت اور دیدہ ریزی کے ساتھ عام فہم اور بامحاورہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً منشی ہیرا سنگھ کے نام لکھے گئے ایک چھوٹے سے خط کا اصل متن اور ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

> ''سعادت و اقبال نشان منشی هیرا سنگھ صاحب سلمه الله تعالیٰ بعد سلام و آرزوی دیدار باور کنند ویقین دانند که دل بسوی شما نگرانست. ایا چه روی داد که چهار روز برابر گذشت و تشریف نیا ورند. اگر گناهی کرده ام گناه مرا ببخشند و اگر نیا مدن را وجهی دیگر است مرا ازان خبر دهند و اگر ایں چنیں نیست، بیایند و بار غم از دلم بردارند. والسلام بیگناه و روسیاه و عذر خواه'' (۲۹)۔

اب اس فارسی عبارت کا اُردو ترجمہ ملاحظہ ہو:

> ''سعادت مند و صاحب اقبال منشی ہیرا سنگھ خدا اس کو سلامت رکھے۔ سلام اور آرزوئے دیدار کے بعد باور

کریں اور یقین جانیں کہ دل تمہاری طرف نگراں ہے۔ نہ معلوم کیا واقعہ ہوا کہ پے در پے چار روز گزر گئے اور تشریف نہ لائے۔ اگر مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہے تو مجھے بخش دیں اور اگر نہ آنے کی کوئی اور وجہ ہے تو مجھے اس سے آگاہ کریں اور اگر ایسا نہیں ہے تو آئیں اور بارِ غم کو میرے دل سے دور کریں۔ والسلام اسداللہ بے گناہ و روسیاہ وعذر خواہ''(۳۰)۔

تمام خطوط میں ترجمے کا یہی انداز ہے۔ پرتو روہیلہ نے اس ترجمے کے وقت سید وزیرالحسن عابدی کے ترجمے کو بھی پیش نظر رکھا اور اس سے استفادہ بھی کیا۔ لکھتے ہیں:

''زیرِ نظر ترجمے میں عابدی صاحب کے ترجمے سے ایک خاص مدد لی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو توضیحاتی الفاظ فاضل مرتب نے قلابین [ ] میں لکھے ہیں ان کو بغیر کسی تصدیق و تحقیق کے من وعن اسی طرح ترجمے میں شامل کرلیا ہے''(۳۱)۔

بلاشبہ یہ کتاب پاکستان میں غالب شناسی کی روایت میں اہم مقام رکھتی ہے۔

9- مہر نیم روز: لطیف الزماں خاں اس کے مترجم ہیں۔ ملتان آرٹس فورم' ملتان نے جون ۲۰۰۳ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۴۴ ہے۔ اس وقت دنیا میں ''مہر نیم روز'' کا یہ واحد نسخہ ہے جو مترجم کی ملکیت ہے۔ انہوں نے زیر بحث کتاب میں اس نسخے کا عکس بھی شائع کیا ہے اور آخر میں بامحاورہ اُردو ترجمہ بھی دیا ہے۔ کتاب کی ابتداء میں ''مہرِ نیم روز نسخہءلطیف الزماں خان'' کے زیرِ عنوان مترجم اور کالی داس گپتا رضا نے الگ الگ نسخے کا تعارف کرایا ہے جس سے مہر نیم روز کی علمی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس مخطوطے کی موجودہ حالت پر گہری روشنی پڑتی ہے۔

کتاب میں صفحہ نمبر ۴۷ تا ۱۶۸ مہر نیم روز کا اصل متن دیا گیا ہے جبکہ اس کے فوراً بعد صفحہ ۱۶۹ سے ترجمہ شروع ہو کر صفحہ ۳۴۱ تک اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔ اس ترجمے کا اہم وصف یہ ہے کہ مترجم نے اہم نکات کی وضاحت کے لیے حواشی درج کیے ہیں۔ متن میں موجود فارسی اشعار کو ترجمے والے حصے میں دوبارہ درج کر کے ترجمہ کیا گیا۔ ان اشعار کا ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم الفاظ میں ہے' نمونہ ملاحظہ ہو:

''بُرد آدم از امانت هر چه گردو برنتافت
ریخت می برخاک چوں درجام گنجیدن نه داشت

آدم نے وہ بارامانت اُٹھالیا جسے آسمان نہ اُٹھاسکا۔ ساقی نے شراب کی وہ مقدار جو جام میں نہ سما سکی زمین پر بہادی''(۳۲)۔

اسی طرح ایک نثری اقتباس اور اس کے ترجمے کا ایک نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیے:

''رنگها بروی هم ریخته و نقشهابه پهلوی هم انگیخته' شهری چون نگار خانهء چین برنگ و بو آراسته و بآراستگی از مانی و بهزاد رونما خواسته خنیا گران بهنجار نغمه سرائی هوشمندانه در دف زدن و نماشائیان از روئے ذوق افزائی بیخودانه در کف زدن''(۳۳)۔

لکھتے ہیں:

''ہر طرف نئی قسم کی سجاوٹ کی گئی تھی۔ شہر مثل نگارخانہ ءچین کی طرح آراستہ کیا گیا تھا اور اپنی آراستگی کی وجہ سے مانؔی اور بہزؔاد سے رونمائی مانگتا تھا۔ گانے والے فن موسیقی کے اصول پر نہایت ہوش مندی سے دف بجانے میں مصروف تھے اور تماشائی انتہائی شوق میں بحالتِ بے خودی تالیاں بجا رہے تھے'' (۳۴)۔

بحیثیت مجموعی مترجم نے اپنے منفرد اسلوب کے باعث ترجمے میں جاذبیت پیدا کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ اس میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ ترجمہ پاکستان میں ذخیرہ ءغالبیات میں اہم مقام رکھتا ہے۔

10- نقش ہائے رنگارنگ: ڈاکٹر صابر آفاقی مترجم ہیں اور یہ غالب کے فارسی قصائد کا اُردو ترجمہ ہے۔ انجمن ترقی اُردو پاکستان نے ۲۰۰۴ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۴۰ ہے۔ مترجم نے ابتداء میں ''مرزا غالب کے فارسی قصائد'' کے زیرِ عنوان سترہ صفحات کا ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں غالب کی فارسی قصیدہ نگاری کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے قصائد کا تعارف کرایا گیا ہے۔ مترجم نے غالب کے اکہتر (۷۱) قصائد کی دستیابی کا ذکر کیا ہے جن میں سے کلیاتِ نظم (مطبوعہ: ۱۸۶۳ء) میں سے چونسٹھ (۶۴) اور مزید سات قصیدے ''سبد چیں'' اور ''باغِ دودر'' میں سے لیے گئے ہیں۔ ان اہم قصائد میں سے بارہ (۱۲) دینی موضوعات پر ہیں۔ پندرہ (۱۵) بہادر شاہ ظفر کی شان میں۔ تین (۳) ملکہ وکٹوریا کی تعریف میں۔ سولہ (۱۶) قصائد ان انگریزوں کی ستائش میں جو برصغیر پر حکمرانی کرتے رہے ہیں۔ دو (۲) قصیدے واجؔد علی شاہ اور اسی طرح نصیر الدین حیدؔر، شیودھاؔن سنگھ، شیفتؔہ، آرزؔو اور ضیاء الدین نیؔر وغیرہ کے نام ایک ایک قصیدہ شامل ہے۔ مترجم نے نہایت آسان الفاظ میں اشعار کا ترجمہ کیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں اپنے ترجمے کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میرا یہ ترجمہ نہ اتنا لفظی ہے کہ بے مزہ ہو جائے اور نہ ہی اس قدر بامحاورہ ہے کہ اگر کوئی آدمی اسے اصل سے ملا کر سمجھنا چاہے تو اسے مشکل پیش نہ آئے۔ ان دونوں باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے کوشش کی ہے کہ میں فارسی کی رہنمائی غالب کی گنجینہ ءمعنی تک کر دوں۔ میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں اس کا فیصلہ قارئین حضرات ہی کر سکیں گے'' (۳۵)۔

مترجم موصوف نے ترجمے میں جچے تلے الفاظ سے کام لے کر اس کے اندر جامعت پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ یہ ترجمہ اصل متن کے بغیر ہے۔ صرف ہر قصیدے کا مطلع متن کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ اگر قصائد کا متن بھی دیا جاتا تو اس کتاب کے معیار میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا۔ ترجمہ کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے:

''دوش در عالم معنی کہ ز صورت بالاست

عقل فعال سرا پردہ زدہ بزم آراست

کل عالم معنی میں جو ظاہری عالم سے بلند تر ہے.......... عقل فعال نے خیمہ لگایا اور بزم آراستہ کی'' (۳۶)۔

ایک اور قصیدے کا مطلع اور اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''ھــــرچـــــہ در مبــداء فیــاض بــود آنِ مــن اســت
گــل جــدا نــاشــدہ از شــاخ بـــہ دامــانِ من اســت
جو چیز بھی مبداء فیاض میں ہے وہ میری ہی ہے............پھل شاخ سے جدا بھی نہیں ہوتا کہ میرے دامن میں
آ جاتا ہے''(۳۷)۔

بحیثیت مجموعی یہ ترجمہ بھی ذخیرہء غالبیات میں اہم اضافہ ہے اور پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو زندہ رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

11- آہنگ پنجم: پرتوؔ روہیلہ کا ترجمہ ہے' ادارہ یادگارِ غالب' کراچی نے اسے ۲۰۰۴ء میں اسے شائع کیا۔صفحات کی تعداد ۲۸۲ ہے۔ یہ غالب کی کتاب ''پنج آہنگ'' میں شامل غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ ہے۔ابتداء میں پچاسی (۸۵) صفحات پر مشتمل پیش لفظ ہے' جسے بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے لکھا گیا ہے۔اس کتاب میں ۳۷ اشخاص کے نام غالب کے خطوط شامل کئے گئے ہیں۔ یہ ترجمہ بھی پرتوؔ روہیلہ کے دیگر تراجم کی طرح اپنی اہمیت وافادیت کا حامل ہے۔

12- متفرقاتِ غالب: پرتوؔ روہیلہ کا ترجمہ ہے' ادارہ یادگارِ غالب' کراچی نے اسے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔صفحات کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ یہ سید مسعود حسن رضوی ادیب کے مرتبہ؛ غالبؔ کے غیر مطبوعہ فارسی مکتوبات کا اُردو ترجمہ ہے۔اس کتاب میں غالب کے پانچ افراد کے نام انچاس (۴۹) خطوط کا ترجمہ شامل ہے۔ان میں مولوی سراج الدین احمد کے نام اکیس (۲۱)' مرزا احمد بیگ خان کے نام چھ (۶)' مرزا ابوالقاسم کے نام بیس (۲۰) اور جامع جہاں نما و شیخ ناصر کے نام ایک' ایک خط شامل ہے۔

اس کتاب میں پرتوؔ نے صرف خطوط کا ترجمہ کیا ہے' جبکہ رضویؔ کی مرتبہ کتاب میں فارسی منظومات بھی موجود تھیں' جن سے صرفِ نظر کیا گیا ہے۔سابقہ تراجم کی نسبت پرتوؔ کا یہ ترجمہ نہایت بلیغ اور سلیس اُردو میں ہے۔حسبِ ضرورت قوسین بھی استعمال کی گئی ہیں۔سراج الدین احمد کے نام خط (نمبر۴) کے ترجمے کا ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

''وہ جان کہ جس کے اجزاء کا لطیف ترین حصہ تحلیل ہو گیا اور شراب سے تلچھٹ کی طرح اور آگ سے راکھ کی صورت جو کچھ باقی رہ گیا ہے اگر دوست کے قدموں پر بکھیر (بھی) دوں تو ڈرتا ہوں کہیں اس کے پائے نازک کو زحمت نہ ہو اور اگر اس قربانی کے لیے تیار نہیں ہوتا تو دنیائے محبت میں نادم ہوں گا''(۱/۳۷)۔

بحیثیت مجموعی یہ ترجمہ ذخیرہء غالبیات میں نادر اضافہ ہے۔

(ii) منظوم اُردو تراجم

ترجمہ نگاری کے کٹھن اور صبر آزما مراحل میں جہاں نثری ترجمے کئی مشکلات پیدا کر دیتے ہیں وہاں منظوم ترجمے تو اور زیادہ مشکل تر اور بعض اوقات ناممکن ہو جاتے ہیں۔اُردو شاعری کے بارے میں عام نقطہء نظر یہ ہے کہ ''آمد'' کی بجائے اگر ''آورد'' کے زیرِ اثر شعر کہے جائیں تو ان میں فصاحت نام کا عنصر از خود غائب ہو جاتا ہے۔اس اعتبار سے کسی اجنبی زبان کی شاعری کا کسی دوسری زبان میں منظوم ترجمہ لامحالہ ''آورد'' کے رجحان کو جنم دیتا ہے جس کے نتیجے میں مترجم قافیہ'

ردیف، بحر اور وزن وغیرہ جیسی کئی پابندیوں میں الجھ کر رہ جاتا ہے نتیجتاً اس کے ترجمہ کیے گئے اشعار بلاغت سے خود بخود عاری ہو جاتے ہیں۔

لیکن ان تمام دقتوں سے عہدہ برآ ہونے کے باوجود اگر کوئی مترجم اشعار کے عروضی نظام میں الجھ کر بھی فصیح و بلیغ شعر کہہ لیتا ہے تو بلاشبہ اس کا ترجمہ لائق صد تحسین ہوگا اور اگر اس حوالے سے زیر بحث موضوع کی طرف دیکھیں تو واضح نظر آتا ہے کہ کلامِ غالب کا منظوم ترجمہ کرنے والے ہمارے بعض اُردو شعراء نے بڑے کامیاب ترجمے کیے ہیں۔ جہاں غالب کے شعری تخیل کو اپنے الفاظ میں نظم کیا ہے وہاں انہوں نے خیال کی ندرت کو لفظوں کی چاشنی میں اتارنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

پاکستان میں غالب کی اِکادُکا منظومات کے جزوی ترجمے تو بے شمار ہوئے ہیں لیکن اُردو کے ایسے منظوم تراجم جو کتابی حجم میں شائع ہو کر منظرِ عام پر آئے ہیں اور آج ہمارے موضوع کا حصہ بنیں گے، صرف چھ ہیں۔ یہ سارے تراجم غالب کے فارسی کلام پر مشتمل ہیں۔ ان میں تین تراجم فارسی غزلیات کے ہاں۔ ایک فارسی مثنوی ''ابرِ گہر بار'' کا اور ایک غالب کی فارسی رباعیات کا ترجمہ ہے۔ اسی طرح ایک غالب کی متفرق منظومات کے انتخاب کو ترجمے کی صورت میں نظم کیا گیا ہے۔ یہ سارا جائزہ کتب کی زمانی ترتیب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

1- <u>ابرِ گہر بار:</u> رفیق خاورؔ، اس فارسی مثنوی کے مترجم ہیں۔ رائٹرز بیورو، کراچی نے اسے غالب صدی کے موقع پر اگست ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۴۶ ہے۔ ابتداء میں غالب کے تحریر کردہ فارسی دیباچے اور تقریظ کو ترجمہ کر کے شائع کیا گیا ہے۔ اس کے بعد صفحہ نمبر ۱۱ سے مثنوی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ مثنوی کے اختتام پر ''سخن ہائے گفتنی'' کے عنوان سے مترجم نے ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے جس میں مثنوی کا تعارف کراتے ہوئے غالب کی فارسی شاعری کی خصوصیات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

> ''غالب کے سلسلے میں اس کی طویل ترین مثنوی ''ابر گہر بار'' غیر معمولی حیثیت رکھتی ہے اور صرف اس ایک مثنوی سے جو روشنی غالب کی شخصیت اور فکر و فن پر پڑتی ہے وہ اسے سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ اس کی حیثیت ایک داخلی روداد کی ہے .... اس مثنوی میں جس شرح و بسط سے واشگاف طور پر غالب کی نفسی پردہ کشائی کی گئی ہے، وہ اسے ایک بہت ہی قریب سے کھنچا ہوا عکس بنا دیتی ہے'' (۳۸)۔

زیر نظر کتاب مثنوی کا منظوم اُردو ترجمہ ہے۔ مترجم نے اصل متن شامل نہیں کیا۔ یہ ترجمہ انتہائی عام فہم انداز اختیار کیے ہوئے ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کہیں بھی ترجمے کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے نبی اکرم ﷺ کے واقعہ ءمعراج اور آپ ﷺ کے غزوات سے متعلق کسی شاعر کا ایک تخلیقی طبع زاد ادب پارہ ہو۔ ''توصیفِ براق'' کے زیرِ عنوان جو اشعار ترجمہ ہوئے ہیں ان میں سے چند ایک بطور نمونہ یہاں درج کیے جاتے ہیں:

یہ ترجمہ جس قدر رواں ہے اس قدر کئی ادبی و علمی نکات کا حامل بھی ہے۔ مثلاً درج بالا ٹکڑے میں کوئی لفظ بھرتی کا نظر نہیں آتا۔ تراکیب چست اور الفاظ کی بست و کشاد میں ایک خاص سلیقہ موجود ہے۔ مترجم نے اس کے لیے ''بحر متقارب'' کا انتخاب کیا ہے جو ایک رواں اور پر اثر ردم کی بحر ہے۔ ساری مثنوی میں واقعات کے تسلسل کو برقرار رکھا گیا ہے جس سے

ترجمہ نگار کی اعلیٰ صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

2- شش جہاتِ غالب: چوہدری نبی احمد باجوہ مترجم ہیں۔ آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس نے ۱۹۷۲ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ یہ غالب کے فارسی کلام کا ایک ہمہ جہتی انتخاب اور اس کا منظوم ترجمہ ہے۔ اس میں غالب کے فارسی کلام کی چھ مختلف اصناف کو نمائندگی دی گئی ہے اور ان میں سے منظومات کا انتخاب کر کے ان کا منظوم اُردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ ابتداء میں اس کی اہمیت وافادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے چوہدری نبی احمد لکھتے ہیں:

> ''غالب کی ہر طرزِ ادا، ہر رنگِ بیاں، ہر جدتِ فکر وفن اور ہر ندرتِ خیال و جمال کو آشکار کرنے کے لیے مرزا کی فارسی شاعری کے جہانِ شش جہات سے (۱) قطعات (۲) مثنویات (۳) غزلیات (۴) رباعیات (۵) قصائد اور (۶) ترکیب بند کے شش گانہ ابواب وطبقات یعنی جملہ اصنافِ سخن کے عمدہ اور چیدہ اقتباسات اُردو ترجے کے ساتھ مصرعہ بہ مصرعہ، شعر بہ شعر اور نظم بہ نظم جلوہ گر ہیں'' (۴۰)۔

یہ غالب کے دو ہزار فارسی اشعار کا ترجمہ ہے جسے مختلف حصوں میں تقسیم کر کے زیرِ نظر کتاب ترتیب دی گئی ہے۔ ابتداء غزلیات سے ہوتی ہے جس میں ردیف ''ا، ب، پ، ت، چ، خ'' اور ''د'' کی غزلوں کا انتخاب شامل ہے۔ اس کتاب کا بڑا وصف یہ ہے کہ ترجے کے ساتھ اصل متن بھی دیا گیا ہے ایک صفحے پر اصل متن اور اس کے برابر والے صفحے پر ترجمہ دیا گیا ہے۔ بطور نمونہ غزل کے چند اشعار دیکھیے:

با مَن کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست
در امرِ خاص حجتِ دستورِ عام چیست
دِل خستہ و غمیم و بود مے دوائے ما
با خستگاں حدیثِ حلال و حرام چیست (۴۱)

اب ان اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

عاشق ہوں مجھ کو مخمصہءِ ننگ و نام کیا
ہے امرِ خاص حجتِ دستور عام کیا
بیمارِ غم ہیں ہم، ہے ہماری دوا شراب
دفعِ مرض میں، بحثِ حلال وحرام کیا (۴۲)

اس کتاب میں ترجے کا ایک بڑا فنی نقص دیکھنے میں آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض غزلوں کے تراجم میں ''قوافی'' موجود نہیں ہیں۔ صرف بحر اور ردیف سے کام چلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ امر نہ صرف قابلِ حیرت ہے بلکہ افسوس ناک بھی ہے کہ شاعری میں بالعموم اور غزل میں بالخصوص قافیے کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے کوئی صاحبِ علم انکار نہیں کر سکتا لیکن مترجم نے اس پابندی کو روا نہیں رکھا۔ مثلاً ایک غزل کے ابتدائی تین اشعار ملاحظہ ہوں:

سحر دمیدہ و گل در دمید نست مخسپ
جہاں جہاں گل نظارہ چید نست مخسپ

مشـــام را بـــه شـــمیـم گـلـے نـوازش کُـن!
نسیم عـالیـه سـا دروزیـد نست مخسپ
تـو مـحوِ خـواب و سحر در تاسف از انجم
به پشت دست بدنداں گزید نست مخسپ (۴۳)

اب ان اشعار کا ترجمہ دیکھیے:

دمک اُٹھی ہے سحر، گُل چٹک رہے ہیں نہ سو
چُنیں نظارہ کے پھولوں کو ایک ایک نہ سو
مشامِ جاں کو ذرا تو شمیمِ گل سے نواز
نسیمِ غالبہ سا آیا چاہتی ہے نہ سو
تو سو رہا ہے، سحر سوگ میں ستاروں کے
ہے کاٹ کھانے کو اپنے ہی ہاتھ، جاگ نہ سو (۴۴)

مطلع کے دونوں مصرعوں اور بعد کے دونوں شعروں میں قافیے کا کوئی وجو نہیں ہے۔ یہی حال ساری غزل کا ہے اور بعض دوسرے مقامات پر بھی اس طرح کے نقائص دیکھنے میں آئے ہیں۔ تاہم ان نقائص سے قطع نظر کرتے ہوئے بحیثیت مجموعی مختلف اصنافِ سخن کے منظوم تراجم کا یہ ایک اچھا اور اچھوتا انداز ہے جسے قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

3- ہم کلام: صبا اکبرآبادی کا ترجمہ ہے۔ بختیار اکیڈمی، کراچی نے اسے فروری ۱۹۸۶ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۲۰ ہے۔ یہ غالب کی ایک سو چار (۱۰۴) فارسی رباعیات کا منظوم اُردو ترجمہ ہے۔ ابتداء میں اپنی اس کوشش کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے صبا لکھتے ہیں:

”کلامِ غالب کے محاسن اور بلندیءِ اظہار کے لیے نہ مجھ ہیچمداں کا علم کافی ہے نہ مجھے یہ دعویٰ ہے کہ میں نے رباعیات کا ترجمہ اُردو رباعی میں کرکے بڑا تیر مارا ہے۔ یہ ایک طالب علمانہ کوشش ہے۔ خدا کرے کہ اہلِ نظر کو پسند آئے اور پھر اگر زندگی وفا کرے تو غالب کے قطعات، نوحہ جات، مثنویات وغیرہ کا اُردو ترجمہ کرسکوں“ (۴۵)۔

رباعیات کا یہ ترجمہ اصل متن کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ اس ترجمے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ صبا اکبرآبادی نے رباعیات کا ترجمہ رباعی ہی کی بحر میں کیا ہے۔ فنی اعتبار سے رباعی ایک بہت مشکل صنف ہے۔ کسی شاعر کے لیے رباعی کہنا اور اسے اس کی مخصوص بحر میں سنبھالنا نہایت پیچیدہ کام ہے لیکن صبا نے بڑے اعتماد اور بڑے جذبے کے ساتھ اس کام میں ہاتھ ڈالا ہے اور ترجمہ نگاری کا حق ادا کردیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

جـانیـست مـرا زغم شمارے دورے
انـدیشـه فشـانده خار زارے دروے
هـر پـارهء دل کـه ریزد از دیدهء مَن
یـا بـنـدِ نفس ریزه چو خارے دروے

ترجمہ دیکھیے:

ہے زیست غموں کی ایک دنیا، جس میں
تخیل ہے پھیلا ہوا صحرا، جس میں
آنکھوں سے ٹپکتا ہے جو دل کا ٹکڑا
اک پھول ہے ایسا کہ ہو کانٹا جس میں (۴۶)

یہ کتاب خوبصورت دبیز کاغذ اور خوشخطی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ صفحے پر اوپر فارسی متن میں ایک رباعی اور نیچے اسی صفحے پر اس کا اُردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ رباعیات کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ صباؔ کی فکر میں بھی آہنگ ہے اور بیان میں بھی۔ اسی لیے ان ترجموں کی شان یہ ہے کہ یہ داخلی اور خارجی آہنگ کے امتزاج کی ایک خوبصورت تصویر ہے۔ کتاب کے آغاز میں مجنوں گورکھپوری نے صبا اکبرآبادی کی اس ترجمہ نگاری کو ان الفاظ میں سراہا ہے:

> ''غالب کی ان رباعیات کا ترجمہ پڑھیں تو ان رباعیات کی پہلی خوبی یہی نظر آئے گی کہ یہ اس مزاج کو سمجھ کر لکھی گئی ہیں جو خود غالب کا مزاج تھا۔ غالب اور صبا صاحب کے مزاج کی ہم آہنگی کا تجزیہ کیجیے تو ان دونوں کی مشترکہ اقدار میں بھی یہ بات سامنے آتی ہے کہ اجتہاد کی قوت الگ ہے اور زبان و بیان پر قدرت الگ ہے۔ اس لیے مجھے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر غالبؔ بھی اپنی فارسی رباعیات کا ترجمہ کرتے اس طرح کرتے جس طرح صباؔ نے کیا ہے'' (۴۷)۔

4- <u>غالب کی فارسی غزلوں سے انتخاب ترجموں کے ساتھ:</u> یہ ایک غالب کی فارسی غزلوں کا انتخاب ہے جس کا اُردو اور انگریزی دو زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اُردو ترجمہ افتخار احمد عدنیؔ نے کیا ہے جبکہ رالف رسلؔ اس کے انگریزی مترجم ہیں (۴۸)۔ انجمن ترقی اُردو پاکستان نے ۱۹۹۹ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی کل تعداد ۱۶۵ ہے۔ اس میں ایک صفحے پر فارسی متن اور اُردو ترجمہ دیا گیا ہے جبکہ اس کے برابر والے صفحے پر انگریزی ترجمہ درج کیا گیا ہے۔

زیرِ بحث منظوم اُردو ترجمہ نہایت فصیح و بلیغ اندازِ فکر کا متحمل ہے۔ مترجم نے بڑی مہارت اور سلیقے کے ساتھ اسے نبھایا ہے۔ بعض منظوم تراجم سطحی نوعیت کے ہوتے ہیں جن میں قافیہ پیمائی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن افتخار احمد عدنیؔ کے اسلوب بیاں اور اندازِ تکلم سے شاعرانہ وجاہت ٹپکتی نظر آتی ہے۔ اگر متن سامنے نہ بھی ہو تو بھی یہ ترجمہ ایک الگ تخلیق پارہ دکھائی دیتا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

میر بایم بوسه و عرضِ ندامت میکنم
اختراعے چند، در آدابِ صحبت میکنم
سنگ وخشت از مسجدِ ویرانه می آرم به شهر
خانهء در کوئے ترسایاں عمارت میکنم
کرده ام ایمانِ خود را دستمزد خویشتن
می تراشم پیکر از سنگ و عبادت میکنم

ان اشعار کا اب ترجمہ دیکھیے :

بوسہ لے کر ہم نے اظہار ندامت کردیا
معذرت کو شاملِ آدابِ صحبت کردیا
مسجدِ ویراں سے سنگ وخشت لائے شہر میں
کوچہء کافر میں پھر اک گھر عمارت کردیا
اپنے ہی ہاتھوں سے کی تکمیلِ ذوقِ بندگی
بُت تراشا اور سامان عبادت کردیا (۴۹)

افتخار احمد عدنی کے ہاں زبان کی سادگی اورلفظوں کی روانی سے اس ترجمے کے معیار اورحسن مین اضافہ ہوگیا ہے۔ بعض مقامات پر انہوں نے لفظوں میں معمولی سی تبدیلی پیدا کر کے بڑی مہارت اور چابکدستی کے ساتھ ترجمہ کرلیا ہے۔ یہ انداز بظاہر آسان نظر آتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو بڑا مشکل ہے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر دیکھیے :

مرد آنکہ در ہجوم تمنا شود ہلاک
از رشک تشنہء کہ بدریا شود ہلاک

اب ترجمہ دیکھیے :

ہے مرد وہ جو فرطِ تمنا سے ہو ہلاک
یا تشنگی میں ساحلِ دریا سے ہو ہلاک (۵۰)

بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب شناسی کی روایت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

5- غزلیاتِ فارسیِ غالب (منظوم اُردو ترجمہ): ڈاکٹر خالد حمید اس کے مترجم ہیں۔ بزم علم وفن پاکستان نے ۲۰۰۰ء میں اسے اسلام آباد سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۵۵ ہے۔ یہ غالب کی فارسی غزلیات کا سب سے ضخیم ترجمہ ہے جسے بڑی مہارت اور دیدہ ریزی کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔ مترجم نے اسے اس وقت مکمل کیا جب وہ امریکہ میں مقیم تھے۔ وہ اپنے اس ترجمے کے بارے میں ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

> ''غالب دقیق وعمیق ہی نہیں، پیچیدگی اور الجھاؤ میں بھی سب سے آگے ہیں۔ ان کی تو اُردو کی بات بھی میرے سر سے اوپر ہوتی ہے۔ فارسی پڑھنا تو سر پھوڑنے کے برابر ہے۔ مولانا حالی کی شرح ناپید ہے۔ مگر خدا بخشے صوفی تبسم کو کہ وہ مرزا غالب کا یہ خزانہ اپنے ہم عصر اُردو والوں کے لیے کھول گئے .... اس ترجمے میں، میں نے صوفی تبسم کی پیروی کی ہے اور دل و جان سے کی ہے .... اس مجموعہ میں غالب کی قریباً ساڑھے تین سو فارسی غزلوں میں سے پونے تین سو پیش کر رہا ہوں''(۵۱)۔

یہ ترجمہ بھی اصل فارسی متن کے ساتھ دیا گیا ہے۔ ایک ہی صفحے پر فارسی اور اُردو دونوں متن دیے گئے ہیں۔ ایک غزل کے چند اشعار کا ترجمہ بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

راز خویت از بد آموزِ تو می جوئیم ما
از تو می گوئیم گر باغیر می گوئیم ما
تا چها مجموعہء لطفِ بہاراں بودہ ای
تابہ زانو سودہ پائے ماومی پوئیم ما
زحمتِ احباب نتواں داد غالب پیش ازیں
ہرچہ می گوئیم بھرِ خویش می گوئیم ما

اب ان اشعار کا ترجمہ دیکھیے :

کھوج میں رازِ طبیعت کی ترے رہتے ہیں ہم
پوچھتے ہیں غیر سے، اس کے ستم سہتے ہیں ہم
وہ جو اک مجموعہء لطفِ بہاراں ہے، اُسے
دشت کی ویرانیوں میں ڈھونڈے پھرتے ہیں ہم
داد کی غالبؔ توقع جب نہ یاروں سے رہی
جو بھی اب کہتے ہیں، اپنے واسطے کہتے ہیں ہم (۵۲)

اس ترجمے کی ایک انفرادیت یہ ہے کہ فارسی غزل جس بحر میں ہے، ترجمہ بھی اسی بحر میں کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر تو تھوڑی سی الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ ترجمہ کیا گیا ہے۔ مثلاً دو شعر دیکھیے :

دیگر از گریہ بدل رسمِ فغاں یاد آمد
رگِ پیمانہ زدم، شیشہ بفریاد آمد
داغم از گرمی شوق توکہ صدرہ بہ دلم
ہمچناں بر اثرِ شکوہء بیداد آمد

ترجمہ ملاحظہ ہو:

شب جو ساقی کو مرا طور فغاں یاد آیا
فصدِ پیمانہ کھلی، شیشہ بفریاد آیا
سوختہ کرنے اسے، عشق بصدرہ دل میں
باوجودِ اثرِ شکوہء بیداد آیا (۵۳)

خالد حمیدؔ کا یہ ترجمہ اگرچہ ایک اوسط درجے کا کام ہے لیکن بعض منفرد خوبیوں کے باعث اسے پاکستان کے ذخیرہء غالبیات میں اہم مقام حاصل ہے۔

6- غالب نقش ہائے رنگ رنگ: افتخار احمد عدنیؔ، مترجم ہیں۔ یہ غالب کی فارسی غزلیات کا ایک معیاری ترجمہ ہے۔ پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور نے اسے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۶۵ ہے۔ کتاب کے آغاز میں

افتخار احمد عدنی کے فنِ ترجمہ نگاری پر بحث کرتے ہوئے پروفیسر آفاق صدیقی لکھتے ہیں:

> ''عدنی صاحب کی غالب شناسی اور بالخصوص فارسی کلام سے اتنی دلچسپی کہ ''نقش ہائے رنگ رنگ'' سے پہلے ہی دو قابلِ قدر کتابوں سے جو دلکش منظوم اُردو تراجم غالب کے کلام کی فکری وفنی رعنائیوں کے مظہر ہیں، ان کو دیکھ کر ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ مترجم کو ترجموں میں تخلیقی محاسن پیدا کرنے کا سلیقہ ہے جو اب زیادہ نکھر کر پیشِ نظر تراجم میں اُبھرا ہے''(۵۴)۔

افتخار احمد عدنی کی منظوم ترجمہ نگاری پر اگر چہ اس سے پہلے تبصرہ ہو چکا ہے لیکن زیر بحث ترجمہ چونکہ پہلے ترجمے سے بہت بعد کا ہے اس لیے اس میں ان کے اسلوب کی برجستگی، روانی اور موزونیت مزید نکھر کر سامنے آئی ہے۔ ان کا یہ ترجمہ لفظی نہیں بلکہ بہت حد تک معنوی ہے۔ لگتا ہے انہوں نے یہ کام نہایت مہارت اور دلجمعی سے کیا ہے کہ محاسنِ شعر برقرار رکھے ہیں اور جو بات غالب نے فارسی میں کہی ہے۔ انہوں نے اسے اُردو میں بڑی عمدگی سے ادا کیا ہے۔ چند فارسی اشعار اور ترجمے کا نمونہ ملاحظہ ہو:

تاجرِ شوق بداں رہ بہ تجارت نرود
کہ رہ انجامد و سرمایہ بغارت نرود
دل بداں گو نہ بیا لائے کہ در خواهش دید
دیدہ خوں گرد دو از دیدہ بصارت نرود

فرماتے ہیں:

طبع عشاق کبھی سوئے تجارت نہ گئی
زندگی کیا جو تری رہ میں اکارت نہ گئی
خواہشِ دید ہے کس درجہ مرے دل میں صنم
غرقِ خوں ہوگئیں آنکھیں پہ بصارت نہ گئی (۵۵)

عدنی نے بھی دیگر مترجمین کی طرح بعض مقامات پر چند لفظی تبدیلیوں کے ساتھ کام چلانے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً ان اشعار کو دیکھیے:

ایں گوھرِ پُر فروغ یارب
آلودہء خاک و آب تا کے
ایں راھرو مسالک قدس
واماندہء خورد و خواب تا کے

اب ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

یہ گوہرِ پُر فروغ یارب
آلودہء خاک و آب کب تک

مسالک قدس کا یہ رہرو
واماندہء خورد و خواب کب تک (۵۶)

بحیثیت مجموعی یہ کتاب عدنی کی پرزور کاوش فکر کا منہ بولتا ثبوت ہے اس جیسے تخلیقی تراجم بہت کم دیکھنے میں آئے ہیں۔ بلاشبہ یہ ترجمہ پاکستان کے ذخیرہء غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

(iii) منثور انگریزی تراجم

پاکستان میں غالب پر انگریزی زبان میں جو کام ہوا ہے اس میں تحقیق و تنقید کے علاوہ کچھ نثری تراجم بھی ہیں جنہیں بڑے سلیقے اور معیار کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ نثری تراجم چار ہیں، جن میں سے ایک غالب کی منتخب نظم و نثر کا مخلوط ترجمہ ہے۔ غالب کے اُردو کلام پر مبنی ہیں جن میں سے ایک مترجم نے سارے دیوان کا ترجمہ کیا ہے باقی دو تراجم جزوی نوعیت کے ہیں لیکن چونکہ کتابی حجم میں شائع ہوئے ہیں اس لیے ہمارے موضوع کا حصہ ہیں۔ ذیل میں ان تمام نثری تراجم کا ترتیب وار جائزہ لیا جا رہا ہے اور یہ ترتیب زمانی اعتبار سے ہے صرف ایک کتاب پر سالِ اشاعت درج نہیں اسے حسبِ معمول آخر میں زیرِ بحث لایا جائے گا۔

1- "Love Sonnets of Ghalib":

Translated by: Sarfaraz Khan Niazi

Published by: Feroz Sons (Pvt.) Ltd., Karachi.

Year: **2002** **Pages:** **844**

یہ مکمل دیوانِ غالب کا انگریزی ترجمہ ہے۔ مترجم نے اسے نہایت محنت اور لگن کے ساتھ ترتیب دے کر شائع کیا ہے۔ اکثر اشعار کا ترجمہ دو سطور اور بعض کا آٹھ، دس سطور تک پھیلا ہوا ہے۔ مترجم نے اسے نہ تو لفظی بنایا ہے اور نہ ہی بامحاورہ رکھا ہے۔ بلکہ شعر میں موجود غالب کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے لیے لفظوں کے چناؤ میں انہیں جس دشواری کا سامنا ہوا ہے اس کے حل کے لیے انہوں نے لفظوں کا پورا جال پھیلا دیا ہے۔ یہ صورتِ حال انہیں اس مقام پر پیش آئی ہے جہاں شعر کا مفہوم ان کے دوسطری الفاظ میں نہیں سما رہا تھا۔ پھیلتے ہوئے مفہوم کو انہوں نے الفاظ کے پھیلاؤ میں جکڑ لینے کی جو کوشش کی ہے وہ اس میں یقیناً کامیاب ہوئے ہیں۔ تاہم اکثر اشعار کا ترجمہ انہوں نے دو سطور ہی میں کیا ہے۔ مثال ملاحظہ ہو:

کاو کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

لکھتے ہیں:

"I rquire not of my forefearance to the incessant hammering in the loneliness.

Turning night into day is like unearthing a channell of milk." (57)

سرفرازؔ نے اس کتاب میں ایک منفرد کام بھی کیا ہے جو بڑی اہمیت کا حامل ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر اُردو شعر کے نیچے اُسے انگریزی رسم الخط میں دوبارہ لکھا ہے تاکہ انگریزی دان طبقہ جو اُردو رسم الخط سے واقفیت نہیں رکھتا، شعر کو اُس کے اُردو تلفظ میں ادا کر سکے۔ سرفرازؔ نے اس کے لیے بڑی محنت صرف کی ہے۔

سرفرازؔ کے ترجمہ میں مشکل پسندی کا رجحان بھی ہے اور کہیں کہیں عام لب و لہجے کی چاشنی بھی نظر آ جاتی ہے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر دیکھیے:

دیکھ کر تجھ کو چمن بس کہ نمو کرتا ہے
خود بخود پہنچے ہے گل گوشۂ دستار کے پاس

اب اس کے ترجمے کے لیے الفاظ کا چناؤ ملاحظہ ہو:

"Looking at you, the garden just begins to sprout, of their own accord, the flowers

reach to touch the edge of your turban" (58)

بحیثیت مجموعی یہ ترجمہ ہر اعتبار سے منفرد خصوصیات کا حامل ہے۔ غالب کے سارے اُردو کلام کو انگریزی جامہ پہنانے کی یہ اولین اہم اور قابلِ قدر کوشش ہے۔ اس اعتبار سے یہ ترجمہ پاکستان کے ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

2- "Ghalib's Philosophy of Beauty":

Translated by: Abeeda Syed

Published by: Multi Media Affairs, Lahore.

Year: **2003** **Pages:** **96**

یہ غالب کے منتخب اُردو اشعار کا ترجمہ ہے۔ البتہ بعض اشعار کے مفاہیم کو ترجمے میں ترجمانی کی حد تک پھیلا دیا گیا ہے جس سے شرح کا انداز پیدا ہو گیا ہے۔ ہم اسے کلام غالب کی باقاعدہ انگریزی شرح تو نہیں کہہ سکتے البتہ غالب کی خیالات کی جامعت کو وسیع لفظوں کا جامع پہنا دیا گیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں "Rainbone of Beauty" کے زیر عنوان ڈاکٹر محمد اجمل کا ایک جامع تبصرہ ہے۔ لکھتے ہیں:

"Abeeda has worked very hard in selecting the best known verses from Ghalib. she has translated them into English and writtten a very through and philosophical

commentary upon them". (59)

مترجمہ کا اندازِ بیان بڑا فلسفیانہ ہے۔ اس نے غالب کی زندگی کا حسین فلسفہ بیان کرتے ہوئے کہیں کہیں مغربی شعراء کے ساتھ ان کا موازنہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ذیل مین ایک شعر اور اس کا ترجمہ بطور نمونہ درج کیا جاتا ہے۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخیء تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

لکھتی ہیں:

"A simple rendering of the live reads: All paper-clad beings are victims of unfair deals of their Marker. all men are paper-clad beings. all men are rictims of unfair deals of their marker".(60

مترجمہ نے ایسے اشعار کا ترجمہ کیا ہے جن میں فکر اور امیجری کے عناصر موجود تھے۔اس انتخاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ زیادہ تر غالب کا ابتدائی دور کا کلام زیر بحث آ گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک اہم اور قابل قدر ترجمہ ہے جسے ترجمانی کے انداز میں تنقیدی خطوط پر ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ ایک لحاظ سے بعض اشعار کے تنقیدی تبصرے ہیں۔

3- "Mirza Ghalib (Selected Lyrics and Letters)":

Translated by: K.C Kanda

Published by: Paramount Books, Karachi.

Year: **2004** **Pages:** **513**

یہ غالب کے اُردو کلام اور منتخب اُردو خطوط کا انگریزی ترجمہ ہے۔ابتداء میں "Acritique of Ghalibs Art and Life" کے عنوان سے ایک جامع شذرہ موجود ہے جس میں مصنف نے غالب کی شخصیت اور فن پر پُر مغز بحث کی ہے۔اس کے بعد منتخب کلام کا ترجمہ شروع ہو جاتا ہے جو کلام ترجمہ کیا گیا ہے اس میں ایک سو چار (۱۰۴) غزلیں، دو مثنویاں، ایک سہرا اور ایک قصیدہ شامل ہیں اس کے بعد بائیس (۲۲) افراد کے نام غالب کے اڑسٹھ (۶۸) اُردو خطوط بھی ترجمہ کیے گئے ہیں۔اس طرح یہ کتاب انگریزی تراجم میں اہم مقام رکھتی ہے۔

کتاب کے ایک صفحے پر متن اور اس کے برابر والے صفحے پر انگریزی ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ یہ اگرچہ اشعار کا نثری ترجمہ ہے لیکن لفظی ہوتے ہوئے بھی اپنے اندر شعریت کا حسن رکھتا ہے۔ایک مثال ملاحظہ ہو:

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں

"I am not forever lying at your door.
Accurred be this life, I'm not a stone." (61)

مذکورہ بالا ترجمہ مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم اور سلیس انداز اختیار کیے ہوئے ہے۔لیکن بعض مقامات پر مشکل انگریزی الفاظ کی بھرمار سے مفہوم کے ابلاغ میں کئی اُلجھنیں پیدا ہو جاتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مترجم نے کم و بیش تمام اشعار کے تراجم میں ایک جیسے حجم کو اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔نتیجتاً بعض اشعار کا مفہوم مشکل الفاظ کے باعث بوجھل ہو کر رہ گیا ہے۔مثلاً یہ شعر دیکھیے:

کرنے لگا ہے باغ میں تو بے حجابیاں
آنے لگی ہے نکہتِ گل سے حیا مجھے

اب ترجمہ ملاحظہ ہو:

"You are indulging in reckless amours in the
garden park, the brege blowing across,
makes me shrink and start." (62)

بحیثیت مجموعی مترجم نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ ترجمے کو معیاری اور پر اثر بنانے کی کوشش کی ہے۔انہوں نے لفظی آہنگ کے ذریعے سے فکری جذبے کی ترجمانی کرنے کا حق ادا کیا ہے۔اس طرح خطوط کے تراجم میں بھی مترجم نے غالب کے نقطۂ نظر کی تائید میں وہی انداز اختیار کیا ہے جس سے قاری کا ذہن کسی واقعاتی الجھن کا شکار ہونے کی بجائے خطوط کی روح تک پہنچ جاتا ہے۔بلا شبہ یہ کتاب پاکستان میں غالب شناسی کی روایت میں مستحکم کردار ادا کرتی ہے۔

4- "The Life and Odes of Ghalib":

Translated by: Abdullah Anwar Beg

Published by: Urdu Academy, Lahore.

Year: .... **Pages: 181**

یہ غالب کے اُردو دیوان میں سے منتخب غزلوں کا انگریزی ترجمہ ہے۔کتاب کے ابتدائی اسی (۸۰) صفحات میں غالب کی زندگی کے بارے میں ایک جامع تبصرہ موجود ہے جس سے حیاتِ غالب کے کئی نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔صفحہ ۸۳ سے منتخب غزلوں کا ترجمہ شروع ہو جاتا ہے۔بطور نمونہ ایک غزل کا مطلع دیکھیے:

کہتے ہیں نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا
دل کہاں کہ گم کیجیے ہم نے مدعا پایا

ترجمہ ملاحظہ ہو:

"You say that you would not hand over the heart, if found lying;
where is the heart that we lose? we have gained your object."
(63)

یہ ترجمہ سلیس اور رواں اندازِ بیاں کا رہین منت ہے۔مترجم نے وضاحت طلب نکات کے اظہار کے لیے قوسین بھی استعمال کیے ہیں تاکہ مختصر اور جامع الفاظ میں شعر کی روح تک پہنچا جا سکے۔شعر کی وسعت کو جچے تلے لفظوں میں بیان کر دینا ایک مشکل فن ہے لیکن مترجم نے اسے نہایت محنت اور دیدہ ریزی سے نبھایا ہے۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک لفظ سوچ سمجھ کر لکھا ہو۔ایک مثال دیکھیے:

سادگی و پُرکاری، بیخودی و ہشیاری
حسن کو تغافل میں جرات آزما پایا

فرماتے ہیں:

"Simplicity, skilfulness, ecstacy and wakefulness. Beauty, in its languor, has been found testing the (Lover's) daring." (64)

انور بیگ کے یہ تراجم کہیں کہیں معریٰ یعنی "Blank Verse" کی صورت اختیار کر لیتے ہیں ہم انہیں کلیتہً منظوم تو نہیں کہہ سکتے البتہ نثری شاعری کے ذیل میں انہیں رکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً یہ شعر دیکھیے:

ہم کو ان سے وفا کی ہے اُمید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

لکھتے ہیں:

"We expect faith from those who know not what faith is!"(65)

(iv) منظوم انگریزی تراجم

پاکستان میں انگریزی کے نثری تراجم سے کہیں زیادہ کلامِ غالب کے منظوم تراجم منظرِ عام پر آئے ہیں۔ اس وقت آٹھ منظوم تراجم ہمارے زیرِ نظر ہیں۔ ان میں سے ایک غالب کی منتخب فارسی غزلوں کا ترجمہ ہے جبکہ باقی سات اُردو کلام کے تراجم ہیں۔ سب کے سب منتخب کلام کے جزوی تراجم ہیں۔ کسی مترجم نے پورے دیوان کو انگریزی زبان منظوم جامہ نہیں پہنایا۔

جہاں تک ان تراجم کی فن ساخت کا تعلق ہے تو اکثر مترجمین نے خیال کو واضح کرنے کے لیے اپنی طرف سے وضاحتی اضافے کیے ہیں۔ بعض مقامات پر ایک شعر کا ترجمہ ایک نظم کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ مترجمین نے دراصل شعر کے خیال کو انگریزی پیرائے میں نظم کرنے کی کوشش کی ہے اور لفظوں میں ردم اور صوتی آہنگ پیدا کرنے کے لیے بہت سارے الفاظ کا سہارا لیا ہے۔ ذیل میں ان تمام منظوم تراجم کو زمانی ترتیب کے ساتھ زیرِ بحث لایا جا رہا ہے۔ ان میں ایک ''غیر مطبوعہ'' ترجمہ بھی ہے جسے آخر میں درج کیا جائے گا۔

1- "Ghalib Reverberations":

Translated by: Daud Kamal

Published by: Golden Block Works Ltd., Karachi.

Year: 1970 **Pages: No Paging**

یہ غالب کے منتخب اُردو اشعار پہلا منظوم انگریزی ترجمہ ہے۔ ابتداء میں فیض احمد فیض "Foreword" کے زیرِ عنوان داؤد کمال کی ترجمہ نگاری پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"Daud Kamal has, very wisely I think, not attempted a translation in the accepted sense of the word. Unlike the scholars he has not tethered his randering to the length, rhyme scheme are verbal appoximations of Ghalib's couplets .... It is a valuable addition of our classical poets." (66)

جہاں تک داؤد کمال کی ترجمہ نگاری کا تعلق ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے منتخب اشعار کے ترجمے کی قابلِ قدر کوشش کی ہے۔ وہ اکثر مقامات پر اشعار کی روح تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اشعار کے انتخاب میں ایک ہوش مندی ملتی ہے جسے نہایت سلیقے کے ساتھ انگریزی جامہ پہنایا گیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

ضعف سے گریہ مبدل بہ دمِ سرد ہوا
باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا

لکھتے ہیں:

"Old agae has converted my hot tears into cold sighs,
Convincing me of the transmutation of water into air." (67)

داؤد کمال اپنے ترجمے میں بعض اشعار کے مفاہیم کو قدرے وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے جس کے باعث ایک شعر کا ترجمہ پھیل کر پوری ایک نظم بن گیا ہے۔ مثلاً یہ شعر:

ہر چند سبک دست ہوئے بت شکنی میں
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگِ گراں اور

ترجمہ ملاحظہ ہو:

An unflinching iconoclast,
I have ever been,
And many a veil of hypocrisy
I have ripped to sheds
Many a phantom
Laid to the dust.
But one colossal idol yet remains
Upon the perilous path of enlightenment,
And that is a projection of myself
Hewn out of the rock of my own being.

بحیثیت مجموعی غالب کے اُردو اشعار کو انگریزی جامع پہنانے کی یہ ایک کامیاب کوشش ہے۔

2- "Hundred Verses of Mirza Ghalib":

Translated by: Sufia Sadullah

Edited by: Suraiya Nazar

Published by: Time Press, Karachi.

Year: 1975 **Pages:** 120

یہ غالب کے منتخب سو (۱۰۰) اُردو اشعار کا منظوم انگریزی ترجمہ ہے۔ ابتدا میں "Preface" کے زیر عنوان A.M.Sadullah نے صوفیہ کی اس کاوش کو سراہتے ہوئے لکھا ہے:

"She, however, carried on with this work, unaunted, persevering and spending more and more time towards its fulfilment. She was not a great believer in blank verses, and in any case, she though that an English translation of the verses of classical poet like Ghalib should appropriately be in rhymes." (68)

صوفیہ نے ہر شعر کا ترجمہ انگریزی کے چار مصرعوں میں کیا ہے اور قافیے کی پابندی بھی کی ہے۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

دوستی کا پردہ ہے بیگانگی
منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

ترجمہ دیکھیے:

"As strangers let us meet beloved
So that our Secret none can trace!
But when the Satrlight gleams, Beloved
Come to my arms---- in all your Grace!" (69)

صوفیہ نے ترجمے کے لیے شاعرانہ زبان استعمال کی ہے۔ ان کا انداز بیانیہ اور پرکشش ہے۔ فنی اعتبار سے انہوں نے اکثر مقامات پر دوسرے اور چوتھے مصرعے کو ہم قافیہ رکھا ہے لیکن کہیں کہیں پہلا اور تیسرا مصرعہ بھی ہم قافیہ ہو جاتے ہیں۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

ترجمہ ملاحظہ ہو:

"I am at a loss, being lonely

How much of Grief can I express

If it lay in my power - only

I'd get one, my Sorrws to impress."(70)

بحیثیت مجموعی یہ کتاب انگریزی ادب میں غالب فہمی کے لیے بہت اہم ہے اور پاکستان میں بلاشبہ ذخیرہءغالبیات میں نادر اضافہ ہے۔

3- "Hundred Gems From Ghalib":

Translated by: S. Rahmatullah

Published by: National Book Foundation, Karachi.

Year: **1980** **Pages:** **187**

یہ غالب کے سو منتخب اُردو اشعار کا منظوم انگریزی ترجمہ ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسے خوبصورت اور دلکش تصاویر کے ساتھ آراستہ کیا گیا ہے۔ غالب کے اشعار کو جہاں انگریزی الفاظ کا جامہ پہنا کر مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہاں بیگم رحمت اللہ کے ہاتھ کی بنائی ہوئی خوبصورت تصاویر سے بھی اشعار کے مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔ کہیں کہیں بطور نمونہ صادقین اور چغتائی کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ ایک صفحے پر شعر اور اس کا انگریزی ترجمہ دیا گیا ہے اور اس کے برابر والے صفحے پر خوبصورت تصویر کے ذریعے شعر کے مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔ ترجمے کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ

پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

ترجمہ ملاحظہ ہو:

"With every travller I go,

And for some distance with him run:

But since my guide I do not know

His guidance I am quick to shun."(71)

مترجم نے کہیں کہیں انگریزی ادب کی قدیم اصطلاحیں اور Thou وغیرہ جیسے متروک الفاظ کا استعمال بھی کیا ہے۔ اسے ہم ضرورت شعری تو نہیں کہہ سکتے لیکن یہ الفاظ چونکہ انگریزی کے شعری ادب میں کافی استعمال کیے اور سمجھے جاتے ہیں اس لیے مترجمہ نے بھی وہی لب ولہجہ اپنانے کی کوشش کی ہے۔ ایک شعر کا ترجمہ بطور نمونہ پیش ہے:

اک نو بہارِ ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ

چہرہ فروغِ مے سے گلستاں کیے ہوئے

"O how I whish that thou couldst stand

Brimful of wine, that I could see

They face so flushed with roses fanned

As in a garden ----- all for me!."[(72)]

بحیثیت مجموعی یہ کتاب منظوم ترجمہ نگاری کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ پاکستان کے ذخیرہ غالبیات میں اسے نمایاں مقام حاصل ہے۔

4- <u>"Ghalib Interpretations":</u>

Translated by: Riaz Ahmad

Published by: Feroz Sons (Pvt.) Ltd., Lahore.

Year: **1996** **Pages:** **122**

یہ غالب کے منتخب اُردو اشعار کا منظوم انگریزی ترجمہ ہے۔ مترجم نے ہر شعر کو انگریزی کے چار مصرعوں میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرا اور چوتھا مصرعہ ہم قافیہ ہیں۔ ترجمے کا نمونہ ملاحظہ ہو' غالب کا شعر ہے:

بجلی اک کوند گئی آنکھوں کے آگے' تو کیا!

بات کرتے' کہ میں لب تشنۂ تقریر بھی تھا

ترجمہ دیکھیے:

"You should have given rains to your tongue

Cause for your lips, utterances a thirst I had been,

Like the post of lighterning youd gone past

No more then a shaft of light, I had seen."[(73)]

ریاض نے ترجمے کے لیے انگریزی الفاظ کے چناؤ میں مشکل پسندی کے رجحان کو غالب رکھا ہے۔ بلاشبہ اس سے معیار کا تاثر ضرور قائم ہوتا ہے لیکن جہاں معاملہ ترجمے کا آ جائے تو اس وقت مترجم کی کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ اپنی علمیت جتلانے کی بجائے شاعر کی منشا کو پیشِ نظر رکھے اور مفہوم کو سلیس اور واضح انداز میں بیان کر دے۔ ریاض نے غالب جیسے مشکل پسند شاعر کے کلام کا ترجمہ کیا ہے اور ترجمے میں مشکل الفاظ کے استعمال سے مفہوم کو اور زیادہ مشکل بنا دیا ہے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر دیکھیے:

حسد سزائے کمالِ سخن ہے' کیا کیجیے!

ستم بہائے متاعِ ہنر ہے' کیا کہیے

لکھتے ہیں:

"Blue envy is the lot of those

Who dread the poetry path,

And those that higher skills achieve

Get jealousy and wrath."[(74)]

بحیثیت مجموعی اسے ایک معیاری ترجمہ کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ مترجم نے بہت سارے مقامات پر شاعرانہ کمال پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور غالب کے خیالات سمجھنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

5- "Ghalib":

Translated by: Khawaja Tariq Mahmood

Published by: Bazm-i-Ilam-o-Fan, Islamabad.

Year: **1997** **Pages:** **88**

یہ غالب کی منتخب اُردو غزلوں کا منظوم انگریزی ترجمہ ہے۔ چند اضافوں کے ساتھ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن فیروز سنز نے ۲۰۰۵ء میں لاہور سے شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۲۷ ہو گئی ہے۔ کتاب کے ایک صفحے پر غالب کی غزل اور اس کے ساتھ برابر والے صفحے پر منظوم انگریزی ترجمہ دیا گیا ہے۔ مترجم کے اسلوب میں روانی اور سلاست موجود ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو:

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟
آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟

ترجمہ ملاحظہ ہو:

"O wayward heart, what is your predicament
What for this aliment is the right medicament
I hold tongue in check in cheek
I whish you ask for emotive statement."[(75)]

مترجم نے اپنے ترجمے کی ہیئت غزل نما رکھی ہے۔ جس طرح غزل میں پہلے مطلع اور اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوئے ہیں۔ ترجمے میں بھی ایسی ہی صورت اختیار کی گئی ہے۔ اس کے بعد ہر شعر کے آخر میں نیا انگریزی قافیہ لایا گیا ہے۔ البتہ ردیف کا اہتمام نہیں ہے۔ غالب کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے
جوشِ قدح سے بزم چراغاں کیے ہوئے
کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کیے ہوئے

ترجمہ دیکھیے:

"Tis long since outr beloved was our honoured guest
Tis long since the party was enlivened with our zest
Tis Long since we acted as a host to our beloved
For long has our soul been subjected to a test."(76)

مترجم نے اسی طرح کا انداز تمام کتاب میں یکساں قائم رکھا ہے۔ منظوم انگریزی ترجمہ کرنا اور پھر فنی قواعد کی پابندی کرنا نہایت مشکل کام تھا لیکن مترجم نے اسے نہایت محنت اور لگن کے ساتھ سرانجام دیا ہے......اس اعتبار سے یہ کتاب ذخیرہء غالبیات میں نادر اضافہ ہے۔

6- <u>"Selections from the Persian Ghazals of Ghalib with Translations":</u>

Translated by: Ralph Russell

Published by: Anjuman Taraqqi-e-Urdu, Pakistan, Karachi

Year: **1999** **Pages:** **152**

یہ غالب کی منتخب فارسی غزلوں کا منظوم انگریزی ترجمہ ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مترجم نے بعض اشعار پر عالمانہ حواشی لکھ کر قارئین کو بڑی سہولت فراہم کی ہے۔ ایسے قاری جو مشرقی شاعری بالخصوص فارسی روایات سے واقفیت نہیں رکھتے وہ شعر کے مفہوم کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے اس لیے ضروری تھا کہ اشعار کا انگریزی ترجمہ اور اس سے متعلقہ حواشی ایک ہی صفحے پر درج ہوں۔ چنانچہ طباعت میں اسی نوع کا اہتمام برتا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ غالب کا ایک فارسی شعر اسی کا انگریزی ترجمہ اور اس شعر پر مترجم کا ایک حاشیہ:

دلِ خستہء غمیم و بود مے دوائے ما
با خستگاں حدیثِ حلال و حرام چیست

ترجمہ دیکھیے:

"We who are crushed by grief drink wine to heal the pain of grief
What have permitted' and 'forbidden' things to do with us?"(77)

فارسی لفظ ''حرام'' کی وضاحت میں اسی صفحے پر نیچے یہ حاشیہ درج ہے:

"In any case the use of things normally "Haram" is permitted in the treatement of sickness"-

رسل نے چونکہ منتخب اشعار کی بجائے غزلوں کا ترجمہ کیا ہے اس لیے ردیف کی پابندی کو نبھاتے ہوئے انہوں نے انگریزی ترجمہ بھی فارسی غزل کے انداز میں کیا ہے۔ یعنی ردیفوں کا اہتمام کیا ہے۔ البتہ قوافی کا خیال نہیں رکھا۔ مثلاً

غالب کی ایک غزل میں ''نماندہ است'' ردیف ہے۔ رسلؔ نے اپنے ترجمے میں No longer there کی ردیف باندھی ہے[(78)]۔ ترجمے کے آخر میں دس صفحات پر مشتمل "Explanatory Index" کے عنوان سے ایک وضاحتی فہرست دی گئی ہے جو تین مقاصد لیے ہوئے ہے۔ یعنی الفاظ کے معنیٰ، الفاظ کا فارسی تلفظ اور کسی خاص لفظ یا ترکیب کے حوالے سے متعلقہ شعر کی طرف رہنمائی۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب تفہیم غالب اور غالب شناسی دونوں کے لیے ایک نادر شاہکار ہے جسے پاکستان کے ذخیرہء غالبیات میں اہم مقام حاصل ہے۔

7- منتخب کلامِ غالب (منظوم انگریزی ترجمہ): مطلوب الحسن سیدؔ اس کے مترجم ہیں۔ الوقار پبلی کیشنز، لاہور نے اسے ۲۰۰۰ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۸۶ اور ۱۶۰ ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں غالب کی سینتالیس (۴۷) اُردو غزلوں کا منظوم ترجمہ ہے جبکہ دوسرے حصے میں ضمناً دس فارسی شعراء کے منتخب کلام کے تراجم دیے گئے ہیں۔ ان فارسی شعراء میں غالبؔ کے علاوہ بیدلؔ، عرفیؔ، سعدیؔ، نظیریؔ، خسروؔ، کمال اصفہانیؔ، عمر خیامؔ، نعمت علی خان عالیؔ اور مولانا رومؔ کے نام شامل ہیں۔ ''حرفے چند'' سید معین الرحمٰن کا تحریر کردہ ہے جس میں انہوں نے کتاب کا تعارف کراتے ہوئے مترجم کے اسلوب بیاں کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ ''کچھ مطلوب الحسن سید کے بارے میں'' کے زیرِ عنوان طارق زیدی کا ایک جامع مضمون ہے۔ "Forward" کے تحت مترجم نے گیارہ صفحات کا ایک شذرہ رقم کیا ہے۔

اس کتاب کا ایک افادی پہلو جو دیگر تراجم میں نظر نہیں آتا یہ ہے کہ مترجم نے بعض اشعار کا ترجمہ کرنے کے بعد اہم نکات کی وضاحت کا اہتمام بھی کیا ہے۔ چنانچہ یہ ایک لحاظ سے ترجمہ بھی ہے اور چند اشعار کی شرح بھی۔ پہلے غالب کا شعر لکھا جاتا ہے اس کے نیچے چار سطروں میں منظوم انگریزی ترجمہ اور حسبِ ضرورت نیچے سلیس انگریزی نثر میں اس شعر کی وضاحت کر دی جاتی ہے۔ وضاحت کا اہتمام صرف چند اشعار میں کیا گیا ہے۔ اس لیے اس کتاب کو شرحوں کے ضمن میں درج نہیں کیا جا رہا۔ ذیل میں غالب کے ایک شعر کا انگریزی ترجمہ اور اس کے نیچے دی ہوئی وضاحت کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی، تو کہیں دوچار ہوتا

Yes, who could see Him after all
He's One and Unity.
He would be surely face to face
If near duality.

نیچے وضاحت میں لکھتے ہیں:

"This verse is a addressed to Divine Beloved, and expresses Unity of God".[(79)]

مطلوب الحسن کا اندازِ بیاں نہایت اچھوتا اور لب ولہجہ بڑا توانا ہے۔ انہوں نے ہر شعر کا ترجمہ چار منظوم مصرعوں میں کیا ہے۔ دوسرے اور چوتھے مصرعے کو ہم قافیہ رکھا ہے۔ ایک اور شعر کا نمونہ ملاحظہ ہو:

نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا
گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

لکھتے ہیں:

Not earning for any return,
Nor any praise to be,
if there's no meaning in my verse
It matters not to me.(80)

بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ ءغالبیات میں ایک نادر اضافہ ہے۔

8- "Fifty Odes of Ghalib":

رفیق خاور کا یہ ایک ''غیر مطبوعہ'' ترجمہ ہے۔ یہ نسخہ اس وقت پروفیسر لطیف الزماں خاں کے ذخیرہ ءغالبیات (ملتان) میں محفوظ ہے۔ مترجم نے غالب کی پچاس منتخب اُردو غزلوں کا منظوم انگریزی ترجمہ کیا ہے۔ یہ مسودہ بڑے سائز کے کاغذ کی شکل میں ہے۔ایک صفحے پر مترجم کے ہاتھ کی لکھی غالب کی غزل ہے اور دوسرے صفحے پر مشین کے ذریعے ٹائپ کیا ہوا اس کا انگریزی ترجمہ ہے۔ ترجمے کے بعض نکات کی وضاحت کے لیے صفحے کے نیچے حواشی بھی دیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ ترجمہ نہایت محنت اور دقت ریزی سے ترتیب دیا گیا ہے۔ ترجمے کا نمونہ ملاحظہ ہو:

نقش فریادی ہے کس کی شوخیء تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

لکھتے ہیں:

Of whose sharp-pointed touch complain
The figures cost in Paint?
Each figure wears a paper dress;
The emblem of complaint. (81)

خاور نے غزلوں کے تراجم مختلف ہیئتی تبدیلیوں کے ساتھ کیے ہیں۔ وہ کہیں ایک شعر کا ترجمہ چار مصرعوں میں کر جاتے ہیں (جیسا کہ اوپر مثال موجود ہے) اور کہیں عام شعر کے انداز میں دو مصرعوں میں بات مکمل کر لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات قوافی کا اہتمام کرتے ہیں اور بعض اوقات معریٰ مصرعے (Blank Verse) نظم کرنے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ بہر حال ان کی یہ کاوش ان کی غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اگر یہ مسودہ کتابی صورت میں شائع ہو جائے تو بلاشبہ ذخیرہ ءغالبیات میں ایک اہم اضافہ ہوگا۔

(v) علاقائی زبانوں کے تراجم

پاکستان کی علاقائی زبانوں میں بھی کچھ تراجم ہوئے ہیں۔ یہ سارے تراجم غالب کے اُردو کلام کے ہیں اور سب

کے سب منظوم ہیں۔ ویسے تو علاقائی زبانوں میں سے کوئی زبان ایسی نہیں جس میں غالب کے کسی نہ کسی تخلیق پارے کا غیر رسمی اورا کا دکا ترجمہ نہ ہوا ہو۔لیکن ہمارے پیش نظر چونکہ کتابی جائزہ ہے اس لیے علاقائی زبانوں کے حوالے سے بھی ہم ان تراجم کو زیرِ بحث لائیں گے جو کتابی شکل میں منظر عام پر آ چکے ہیں یا زیادہ سے زیادہ غیر مطبوعہ ہیں لیکن کتابی حجم میں محفوظ ہیں۔اس وقت کلامِ غالب کے علاقائی زبانوں میں کچھ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تراجم پیش نظر ہیں جنہیں ترتیب وار زیرِ بحث لایا جارہا ہے۔تفصیل اس طرح سے ہے:

1- غالب دیاں غزلاں (سرائیکی): دلشاد کلانچوی مترجم ہیں۔ یہ غالب کی چوبیس (۲۴) منتخب اُردو غزلوں کا سرائیکی منظوم ترجمہ ہے۔ مکتبہ میری لائبریری لاہور سے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔صفحات کی تعداد ۹۶ ہے۔مترجم نے اس میں کوئی خاص کارنامہ انجام دیا بلکہ متن کے اصل اوزان وبحور سے ردیف وقوافی سے اور الفاظ و معنی سے کافی استفادہ کر کے اصل اور ترجمہ کے داخلی اور خارجی پہلوؤں میں ہم آہنگی اور یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ابتداء میں ''اشاراتِ خواندگی'' کے زیرِ عنوان چند وضاحتیں دی گئی ہیں مثلاً میکوں (مجھ)' ساکوں (ہمیں)' کیندا (کس کا) وغیرہ۔تا کہ ان اشارات کی مدد سے ترجمے کو آسانی سے سمجھا جا سکے۔ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے دلشاؔد کے اس ترجمے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''لطف یہ ہے کہ انہوں نے غالب کی غزلیات کا منظوم ترجمہ' غالب ہی کی زمین میں کیا ہے۔ترجمہ' اور وہ بھی منظوم' پھر اس التزام کے ساتھ کہ اصل اوزان و بحور اور ردیف وقوافی بھی حتی الوسع ہاتھ سے نہ جانے پائیں''(۸۲)۔

دلشاؔد نے پہلے غالب کا شعر لکھا اور اسی کے نیچے اس کا ترجمہ درج کیا ہے۔چند اشعار کا ترجمہ بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

(۱) حیراں ہوں دل کو رووں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

''حیران ہا جو دل کوں پٹاں یا جگر کوں میں
ہستی ہووے تاں نال رکھاں نوحہ گر کوں میں'' (۸۳)

(۲) دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

''کالھا دل تیکوں تھی گیا کیا ہے
آخر ایں درد دی دوا کیا ہے''

میں بھی منہ میں زباں رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟

''میں وی منہ وچ زباں رکھدا ہاں
کجھ تاں پچھو جو مدعا کیا ہے'' (۸۴)

کتاب کی ابتداء میں مسعود حسن شہاب نے ''مقدمہ'' کے زیرِ عنوان مترجم کی محنت اور کاوش کو سراہا ہے۔

2- دیوانِ غالب (پنجابی): اسیر عابدؔ مترجم ہیں۔ یہ غالب کے سارے اُردو دیوان کا منظوم پنجابی ترجمہ ہے۔ مجلس ترقی ادب' لاہور نے اسے مئی ۱۹۸۷ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۵۱۱ ہے۔ کتاب کی ابتداء میں ''ترجمے کا اعجاز'' کے زیرِ عنوان احمد ندیم قاسمی کا ایک جامع شذرہ ہے جس میں وہ اسیر عابد کی ترجمہ نگاری کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اسیر عابد کے اس طرح کے سچے اور اچھے تراجم سے میں مسحور ہو کر رہ گیا۔ میں سوچنے لگا کہ جس طرح شعر کہنا قدرت کی طرف سے ودیعت کی ہوئی قوتوں کا اظہار ہے۔ اسی طرح اچھے شعر کا اچھا ترجمہ بھی قدرت کی اس ودیعتِ خاص کے بغیر ممکن نہیں اور اسیر عابدؔ اس ودیعتِ خاص سے پوری طرح آراستہ ہے'' (۸۵)۔

بلاشبہ اسیر عابد کا یہ فن پارہ ایک بہت بڑا علمی وادبی کارنامہ ہے' انہوں نے جس محنت' لگن اور جانکاہی سے غالب کے اشعار کو پنجابی زبان کے قالب میں ڈھالا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ ان کا ذوقِ شعر کتنا پاکیزہ اور نکھرا ہوا ہے۔ غالب کا مطالعہ انہوں نے صحیح زاویئے' بچے تُلے اور بھرپور انداز سے کیا ہے۔ چند اشعار کا ترجمہ بطور نمونہ ملاحظہ ہو' غالب کے اشعار ہیں:

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
کی مرے قتل کے بعد ان نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اب ان اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''اوکھی گل اے کم کوئی آسان ہووے
ایہوی سوکھا نئیں' بندہ انسان ہووے
اِک میرا سر کپ کے تائب ہو بیٹھا
ربّا! ایہہ پچھتان کوئی پچھتان ہووے'' (۸۶)

اگرچہ صوفی تبسمؔ' رشیدہ سلیم سیمیںؔ' سلیم کاشرؔ' رشید انورؔ' رؤف شیخؔ اور مرزا حدیدؔ وغیرہ نے بھی غالبؔ کی بعض اُردو فارسی غزلوں کے منظوم پنجابی تراجم کیے ہیں اور یہ تراجم مختلف اخبارات ورسائل میں شائع بھی ہوتے رہے ہیں لیکن اسیر عابدؔ نے کلامِ غالب کو ایک حیاتِ تازہ بخشی ہے اور اشعار کو نہایت سادگی اور پرکاری کے ساتھ اپنے تخلیقی ترجمے کی گرفت میں لانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

کتاب میں ایک صفحے پر غالب کی اُردو غزل اور اس کے برابر والے صفحے پر پنجابی ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ باقی تمام فنی خوبیوں کے علاوہ اس ترجمے کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ اسیر عابد نے بعض قابلِ وضاحت نکات یا پنجابی کے مشکل الفاظ کے معانی کے لیے حواشی کا اہتمام کیا ہے تاکہ مفہوم کو سمجھنے میں کوئی دقت باقی نہ رہے۔ اس وقت مطلع سر دیوانِ غالب مع ترجمہ اور اس کا ایک وضاحتی حاشیہ بطور مثال ملاحظہ ہو:

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا
''چتر اِچیکدا اے' چیتر کارے کیہڑے کھٹیکھن گُنھیا وچ تحریر سائیں
چولے کاغذی ساری مُورتاں دے بے وَسیاں بے تقصیر سائیں
نیچے حاشیہ میں ''چتر'' کے معنی نقش۔تصویر اور ''چتر کار'' کے مصور۔
نقاش درج کیے گئے ہیں''(۸۷)۔

بحیثیت مجموعی یہ ترجمہ آئندہ کئی صدیوں تک ترجمے کا اعلیٰ معیار قرار دیا جاتا رہے گا۔اس سے عیاں ہے کہ اسیر عابدؔ اُردو کی انتہائی گہری اور گمبھیر شاعری کی تفہیم وتحسین پر حاوی ہیں۔انہی خصوصیات کی بنا پر اسے پاکستان میں غالب شناسی کی روایت میں بہت اہم مقام حاصل ہے۔

3- چوبھ سوئی دی (پنجابی): ڈاکٹر محمد افضل شاہدؔ اس کے مترجم ہیں۔یہ غالب کی منتخب اُردو غزلیات کا منظوم پنجابی ترجمہ ہے جسے راوی کتاب گھر' شیخوپورہ سے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا گیا۔صفحات کی تعداد ۹۳ ہے۔مترجم نے اس کی ترتیب میں بڑی لگن اور محنت سے کام کیا ہے۔ترجمے کا ایک ایک لفظ جہاں ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کا ثبوت فراہم کرتا ہے وہاں اس سے ان کی غالب فہمی اور غالب آشنائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ترجمے کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو' غالب کا شعر ہے:

کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند
کس کی حاجت روا کرے کوئی

لکھتے ہیں:

کیہڑا اے جو آکھے پوری پیندی اے
کیہڑا کیہڑے دا گھر پورا کرے کوئی (۸۸)

کلامِ غالب کو پنجابی ترجمے کی یہ ایک منفرد اور معیاری کوشش ہے۔اس اعتبار سے غالب شناسی کی روایت میں اہم مقام حاصل ہے۔

4- کلامِ غالب (پنجابی): اُستاد دامن کا پنجابی ترجمہ ہے جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔یہ غالب کے منتخب اُردو کلام کا منظوم ترجمہ ہے۔استاد دامنؔ نے اپنی زندگی میں اسے کتابی شکل دے دی تھی۔ڈاکٹر معین الرحمٰن کے مطابق اُردو مرکز' لاہور سے اس کی اشاعت کا اہتمام ہو رہا تھا(۸۹)۔لیکن تا حال اسے شائع نہیں کیا گیا۔

استاد دامن کا اسلوب بڑا سادہ اور منفرد ہے۔انہوں نے الفاظ کے چناؤ کا خاص خیال رکھا ہے' ایک مثال ملاحظہ ہو' غالب کا ایک شعر ہے:

ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے
پر تجھ سی تو کوئی شے نہیں ہے

لکھتے ہیں: بھانویں توں ہر شے وچ دِسنا ایں تیرے جیسی پر شے کوئی دِسدی نئیں(۹۰)

5- <u>دیوانِ غالب (پنجابی):</u> منظور احمد واصبؔ (گوجروی) اس کے مترجم ہیں۔ یہ کلام غالب کا مکمل پنجابی ترجمہ ہے۔ واصب نے ابھی تک اسے طبع نہیں کرایا۔ اس لیے یہ ابھی تک غیر معروف ہے۔ انہوں نے اپنے ترجمے میں تراکیب کے استعمال میں شعوری کاوش سے کام لیا ہے۔ وہ غالب کی پیش کردہ داخلی کیفیات' اسرار و رموز اور خیالات کو من وعن بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نمونہ:

پھر اس انداز سے بہار آئی　　　کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی

ترجمہ:　　فیر بہار اس رنگوں آئی　　　دیہوں چن ویکھتے اُکھ لائی　<u>(۹۱)</u>

یہ اگرچہ ترجمے کے تمام فنی تقاضوں پر پورا نہیں اُترتا لیکن اسے ہم غالب کے پنجابی تراجم کی ذیل میں ایک بہتر اضافہ کہہ سکتے ہیں۔

6- <u>دغالب کلام (پشتو):</u> شیر محمد خاں مینوشؔ' مترجم ہیں۔ یہ غالب کے مکمل اُردو دیوان کا منظوم پشتو ترجمہ ہے۔ یہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے اور اس کی ایک نقل ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کے ذخیرہء غالبیات میں موجود ہے۔ نصف صفحے پر غالب کی اُردو غزل اور ساتھ ہی صفحے کے دوسرے نصف حصے پر ہر شعر کا پشتو ترجمہ دیا ہوا ہے۔ غالب کے اشعار میں جہاں کہیں مشکل الفاظ آئے ہیں' حاشیے میں ان کے معنی و اہم نکات کی تشریح پشتو زبان میں کردی گئی ہے۔ تلمیحات کی وضاحت اور بعض شخصیات کا مختصر تعارف بھی حاشیے میں موجود ہے۔

یہ ترجمہ مینوشؔ کی کاوش فکر اور فن کارانہ عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہوں نے غالب جیسے مشکل پسند شاعر کی مشکل اُردو شاعری کو بڑی مہارت کے ساتھ پشتو دان طبقہ کے لیے آسان بنا دیا ہے۔ اس مشکل کو ان کی ہمہ گیر طبیعت' بے پناہ شعری حس اور ان کے علمی و شعری ذوق نے بہت حد تک آسان کر دیا ہے۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو' غالب کا شعر ہے:

کہتے ہیں نہ دیں گے ہم' دل اگر پڑا پایا　　　دل کہاں کہ گم کیجیے' ہم نے مدعا پایا

پشتو ترجمہ ملاحظہ ہو:

وائی دربہ نہ کڑم زڑہ درلہ کہ اوموندلوما　　　زڑہ دے چرتا چہ بد واک شی شوہ خکا ز دِ مدعا (۹۲)

اس ترجمے میں صرف ایک لفظ ''مدعا'' غیر پشتو ہے' ورنہ سارے الفاظ ٹھیٹھ زبان کے آئینہ دار ہیں۔ اسی طرح ایک اور شعر دیکھیے:

جذبہء بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے　　　سینہء شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

پشتو ترجمہ ملاحظہ ہو:

دا بے واکہ جوش دمینے زما ہم دے ولیدلو　　　وتوری بمبل شوے دے بہرم دم دِشمشیر (۹۳)

بحیثیت مجموعی یہ ترجمہ پاکستان میں غالب شناسی کی روایت میں ایک نادر کام ہے۔ اگر اسے شائع کیا جائے تو پشتو میں فکرِ غالب کی تفہیم کے کئی امکانات روشن ہو جائیں گے۔

مجموعی جائزہ

پاکستان میں غالب کے آثار کو کامل اور جزوی تراجم کی صورت میں منظرِ عام پر لانے کی جو کاوشیں ہوئیں ان سے تفہیمِ غالب کا دائرہ وسیع ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں میں غالبیات کے حوالے سے فکر و آگہی کے نئے امکانات روشن ہوئے۔ اگرچہ دنیا کی کئی زبانوں مثلاً عربی، فارسی، بنگالی، ہندی، مرہٹی، روسی، فرانسیسی، ترکی، جرمن، اطالوی اور انگریزی وغیرہ میں غالب کی نظم ونثر کے تراجم ہو چکے ہیں لیکن پاکستان میں جو تراجم ہوئے وہ ایک خاص لسانی اور فکری رجحان کا نتیجہ ہیں۔ دوسرے لفظوں میں پاکستانی مترجمین نے عوام کے مذاق اور ان کی لسانی ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمے کیے ہیں۔ چنانچہ قومی سطح پر اُردو اور انگریزی اور علاقائی سطح پر مقامی زبانوں میں تراجم سامنے آئے ہیں تاکہ پاکستان کے اطراف واکناف میں فکرِ غالب کی تفہیم ممکن اور آسان ہو جائے۔

جہاں تک غالب کی فارسی نظم ونثر کے اُردو تراجم کا تعلق ہے تو نثر میں مکتوباتِ غالب کو زیادہ اہمیت دی گئی اور اس شعبے میں لطیف الزماں خاںؔ اور پرتوؔ روہیلہ کا کام خاصا معیاری اور قابلِ قدر ہے۔ ''دستنبو'' اور ''مہرِ نیم روز'' کے اُردو تراجم اگرچہ جنگِ آزادی اور قلعہ معلیٰ کے حالات سے عوامی دلچسپی کے نتیجے میں تخلیق ہوئے لیکن افسوس کہ پاکستان میں انہیں کوئی خاص پذیرائی نہیں ہوئی، کیونکہ اولین اشاعتوں کے بعد انہیں دوبارہ شائع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ اسی طرح پاکستان میں منظوم اُردو تراجم زیادہ تر غالب کی فارسی غزلیات کے ہوئے ہیں، البتہ مثنوی اور رباعیات کے اکا دکا تراجم ابن میں شامل ہیں۔ منظوم ترجمہ نگاری کے باب میں افتخار احمد عدنیؔ اور صباؔ اکبرآبادی کے نام سرفہرست ہیں۔ یہ منظوم تراجم ان کی شعر فہمی اور شعر گوئی کی عمدہ مثال ہیں۔ تاہم ڈاکٹر خالد حمیدؔ کو غالبؔ کے سارے دیوانِ فارسی کے منظوم ترجمے کا اعزاز حاصل ہے۔

انگریزی زبان کے نثری تراجم مقدار میں کم اور معیار میں اوسط درجے کے حاصل ہیں۔ صرف سرفرازؔ خان نیازی کا ترجمہ کئی پہلوؤں سے مفرد خصوصیات رکھتا ہے۔ ایک تو یہ مکمل اُردو دیوان کا ترجمہ ہے اور دوسرا اس میں مترجم کے اسلوب اور موثر لب ولہجے نے جو جاذبیت پیدا کی ہے اس نے اسے بامِ عروج تک پہنچا دیا ہے۔ انگریزی کے نثری تراجم کے مقابلے میں منظوم تراجم تعداد میں کافی زیادہ ہیں اور پاکستان میں انہیں خاصی پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں انگریزی تراجم نگاری کا رجحان نثر کی بجائے نظم کی طرف زیادہ حد تک رہا ہے۔ درصل عوامی ذ؛ق اس بات کا متقاضی ہے کہ غالب جیسے عظیم شاعر کی شاعری کا ترجمہ شاعری ہی کی کسی صنف میں کیا جائے تو اچھا ہے۔ منظوم ترجمہ دراصل منظوم خراجِ تحسین ہوتا ہے جسے ایک زبان کا شاعر کسی دوسری زبان کے شاعر کو ہدیۃً پیش کرتا ہے۔ چنانچہ منظوم انگریری تراجم کی صف میں صوفیہؔ سعد اللہؒ خواجہ طارق محمودؔ اور مطلوب الحسن سیدؔ ایسے نام ہیں جو ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

علاقائی زبانوں کے ترجمہ نگاروں میں اسیر عابدؔ (پنجابی) اور مینوشؔ (پشتو) کا کام نہایت وقیع اور ہر پہلو سے داد طلب ہے۔ حسبِ روایت پاکستان میں ترجمہ نگاری کا زیادہ تر کام ۱۹۶۹ء میں غالب صدی کے موقع پر ہوا اور اب تک یہ سلسلہ سست سہی لیکن مسلسل جاری ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) ظ۔انصاری۔''ترجمے کے بنیادی مسائل''۔ترجمہ،روایت اورفن، نثار احمد قریشی۔مرتب؛ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء)، ص ۱۱۲

(۲) بحوالہ: ترجمہ،روایت اورفن۔نثاراحمد قریشی، ص ۷۹

(۳) منیراے شیخ۔کلامِ غالب کے پنجابی تراجم۔سورج، تسلیم احمد تصور، مرتب؛ (لاہور: سورج پبلشنگ بیورو، ۱۹۹۷ء)، ص ۶۵۶

(۴) عابدی، سید وزیرالحسن۔مرتب؛ باغِ دودَر، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۷ء)، ص (ک)

(۵) ایضاً، ص ۲۱۱

(۶) ایضاً، ص ۲۲۳

(۷) تفصیل آگے موجود ہے۔

(۸) عمرمہاجر، محمد۔مترجم؛ پنج آہنگ (آہنگ پنجم)، (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، مارچ ۱۹۶۹ء)، ص (ع،ف)

(۹) ایضاً، ص ۸۰

(۱۰) محمود سعیدی۔مترجم؛ دستنبو، (کراچی: غالب اکیڈمی، اگست ۱۹۶۹ء)، ص ۳۸

(۱۱) ایضاً، ص ۹۲

(۱۲) ایضاً، ص ۱۰۱

(۱۳) بحوالہ: فاضل، پروفیسر عبدالرشید۔مترجم؛ مہرِ نیم روز، (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۶۹ء)، ص ۶

(۱۴) ایضاً، ص ۱۴۵

(۱۵) ایضاً، ص ۱۸۲

(۱۶) ایضاً، ص ۲۷۰

(۱۷) (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۴ء)، صفحات ۲۸۵

(۱۸) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔غالب اور غالبیات، (ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۵ء)، ص ۴۱

(۱۹) یہ ''جملہء معترضہ'' مترجم کا اپنا اضافہ ہے۔

(۲۰) معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید۔غالب اور انقلاب ستاون، (لاہور: الفیصل، ۱۹۸۹ء)، ص ۱۲۵

(۲۱) ملاقات؛ (ملتان: ۵رفروری ۲۰۰۶ء) رہائش گاہ لطیف الزمان خاں

(۲۲) (دہلی: اُردوئے معلّٰی، غالب نمبر (حصہ دوم)، جلد دوم، شمارہ نمبر ۲، ۳، ۱۹۶۰ء) صفحہ نمبر ۱۷۷ تا ۲۳۲

(۲۳) ورما، پون کمار۔غالب، شخصیت اور عہد، اسامہ فاروقی، مترجم؛ (حیدرآباد دکن: ادارہ ادبیاتِ اُردو، ۱۹۹۹ء)، ص ۲۵۵

(۲۴) لطیف الزماں خان، مترجم؛ مکتوباتِ غالب، طبع دوم، (کراچی: دانیال، فروری ۱۹۹۹ء) ص ۱۱۱
(۲۵) **ایضاً**، ص ۱۶۱
(۲۶) پرتو روہیلہ، مترجم؛ نامہ ہائے فارسی غالب (اُردو ترجمہ)، (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۱۹۹۹ء)، ص ۹
(۲۷) **ایضاً**، ص ۶۹
(۲۸) بحوالہ؛ پرتو روہیلہ۔ مترجم؛ باغِ دودَر میں شامل غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ (اسلام آباد: بزمِ علم و فن پاکستان، ۲۰۰۰ء) ص ۸۷
(۲۹) **ایضاً**، ص ۲۰۶
(۳۰) **ایضاً**، ص ۱۱۶
(۳۱) **ایضاً**، ص ۱۷
(۳۲) لطیف الزمان خان۔ مترجم؛ مہرِ نیم روز (ملتان: ملتان آرٹس فورم، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۸۰
(۳۳) **ایضاً**، ص ۱۵۹
(۳۴) **ایضاً**، ص ۳۳۲
(۳۵) صابر آفاقی، ڈاکٹر۔ نقش ہائے رنگا رنگ، (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۰۴ء)، ص ۲۰
(۳۶) **ایضاً**، ص ۱۴۶
(۳۷) **ایضاً**، ص ۲۴۱
(۳۷/ا) پرتو روہیلہ۔ مترجم؛ متفرقاتِ غالب، (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۵ء)، ص ۱۹
(۳۸) رفیق خاور۔ مترجم؛ ابرِ گہربار۔ (کراچی: رائٹرز بیورو، اگست ۱۹۶۹ء)، ص ۶۵۔۶۶
(۳۹) **ایضاً**، ص ۳۰
(۴۰) نبی احمد باجوہ، چوہدری۔ شش جہاتِ غالب (لاہور: آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس، ۱۹۷۲ء)، ص الف
(۴۱) **ایضاً**، ص ۷۶
(۴۲) **ایضاً**، ص ۷۷
(۴۳) **ایضاً**، ص ۳۶
(۴۴) **ایضاً**، ص ۳۷
(۴۵) صبا اکبر آبادی۔ ہم کلام، (کراچی: بختیار اکیڈمی، فروری ۱۹۸۶ء)، صفحہ نمبر ندارد
(۴۶) **ایضاً**، ص ۲۵
(۴۷) **ایضاً**، ص ندارد
(۴۸) رالف رسل کے انگریزی ترجمے پر تبصرہ آگے اپنے مقام پر موجود ہے۔
(۴۹) افتخار احمد عدنی۔ مترجم؛ غالب کی فارسی غزلوں سے انتخاب ترجموں کے ساتھ

(کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۹۹ء)، ص ۱۲۵

(۵۰) ایضاً، ص ۱۱۳

(۵۱) خالد حمید، ڈاکٹر۔ مترجم؛ غزلیاتِ فارسیِ غالب، (اسلام آباد: بزمِ علم و فن پاکستان، ۲۰۰۰ء)، صفحہ نمبر ندارد

(۵۲) ایضاً، ص ۶۲

(۵۳) ایضاً، ص ۲۰۳

(۵۴) بحوالہ: افتخار احمد عدنی۔ غالب نقش ہائے رنگ رنگ، (لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، ۲۰۰۵ء)، ص ۶

(۵۵) ایضاً، ص ۹۶۔۹۷

(۵۶) ایضاً، ص ۱۶۴۔۱۶۵

(57) Sarfarz Khan Niazi, Love Sonnets of Ghalib- (Karachi:Feroz sons, 2002),P-65

(58) -do- P-300

(59) Abeeda Syed, Ghalib's Philosophy of Beauty, (Lahore:Multi Media Affairs, 2003) P-6

(60) -do- P-13

(61) K.C. Kanda, Mirza Ghalib (Selected Lyrics and Letters) (Karachi: Paramount Books, 2004) P-135

(62) -do- P-20

(63) Abdullah Anwer Beg, The Life and Odes of Ghalib, (Lahore: Urdu Academy) P-85

(64) -do- P-86

(65) -do- P-156

(66) Daud Kamal, Ghalib Reverberations, (Karachi: Golden Block Works, 1970)

(67) -do- No Page Number

(68) Sufia Sadullah, Hundred verses of Mirza Ghalib, (Karachi: Time Press, 1975) P-XIV

(69) -do- P-65

(70) -do- P-99

(71) S.Rahmatullah, Hundred Gems from Ghalib,
(Karachi: National Book Foundation, 1980), P-83

(72) -do- P-179

(73) Riaz Ahmad, Ghalib Interpretations, (Lahore:Feroze Sons,1996) P-34

(74) -do- P-90

(75) Mahmood, Khawaja Tariq, Ghalib, (Lahore: Feroz Sons, 2005) P-50

(76) -do- P-81

(77) Relph Russell, Selections form the Persian Ghazals of Ghalib with Translations, (Karachi: Anjaman Taraqqi-e-Urdu, Pakistan, 1999) P-56

(78) -do- P-42

(۷۹) مطلوب الحسن سید۔ منتخب کلامِ غالب (منظوم انگریزی ترجمہ)' (لاہور: الوقار پبلی کیشنز' ۲۰۰۰ء)' ص ۴۴

(۸۰) ایضاً' ص ۱۵۴

(81) Rafique Khawer, Fifty Odes of Ghalib (Un-Printed) P-2

(۸۲) معین الرحمٰن' سید۔ اشاریہء غالب (لاہور: مجلسِ یادگارِ غالب' پنجاب یونیورسٹی' ۱۹۶۹ء)' ص ۳۰۰

(۸۳) دلشاد کلانچوی۔ مترجم؛ غالب دیاں غزلاں (لاہور: مکتبہ میری لائبریری' ۱۹۶۹ء)' ص ۴۴

(۸۴) ایضاً' ص ۶۵

(۸۵) بحوالہ اسیر عابد۔ مترجم؛ دیوانِ غالب۔ (لاہور: مجلس ترقی ادب' ۱۹۸۷ء)' ص ۲۱

(۸۶) ایضاً' ص ۶۳

(۸۷) ایضاً' ص ۳۳

(۸۸) شاہد' ڈاکٹر محمد افضل۔ چوبھ سوئی دی (شیخوپورہ: راوی کتاب گھر' ۲۰۰۵ء)' ص ۴۷

(۸۹) معین الرحمٰن' سید۔ اشاریہء غالب' ص ۳۱۰

(۹۰) استاد دامن۔ کلام غالب (غیر مطبوعہ)' ص ۶۱

(۹۱) منظور احمد واصب (گوجروی)۔ دیوانِ غالب (غیر مطبوعہ) صفحہ ۳۰۶

(۹۲) مینوش۔ شیر محمد خان۔ دغالب کلام (قلمی نسخہ)' ص ۵

(۹۳) ایضاً' ص